لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات۔ دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

جلد نمبر ۲۵	۲۵ جون ۱۹۸۶ء مطابق ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ	شمارہ ۱۶

اداریہ

محمود الازہار ندوی

اسلام سے الرجک

آخر کار بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ نے اسلام کو مملکت کے سرکاری مذہب کی حیثیت سے توثیق کردی ہے۔ اور اس کے ساتھ ان تمام افواہوں اور مظاہروں اور لوگوں کے بیانات جو اس کے خلاف آرہے تھے ان کی قلعی کھل گئی ہے اور اس بات کی مہر لگ گئی کہ ان کی آواز ملک میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے، بلکہ جس شان سے یہ بل پاس ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی رکن اس کے خلاف جانے کے لئے تیار نہیں تھا اسی وجہ سے تین سو ارکان پارلیمنٹ میں اس کی موافقت میں ۲۵۴ ووٹ پڑے اور مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں پڑا، بنگلہ دیش کا یہ اعتراف ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر اس کے خلاف بنگلہ دیش جاتا تو یہ ایک اچنبھے کی بات ہوتی۔

اسلام دشمن عناصر چاہے جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں وہ حکمراں ہوں یا سیاستداں، دانشور ہوں یا تاجر، ان کا جس شعبہ زندگی سے بھی تعلق ہو، ان کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اسلام کا نام لینا ہے وہ دنیا کی ساری باتیں برداشت کرسکتا ہے مگر اسلام اس کے حلق سے نہیں اتر سکتا ہے۔ اس طبقہ کا یہی حال بنگلہ دیش میں اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت سے تسلیم کرنے سے ہوا ہے۔

اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا تعلق اسلام سے جس نوعیت کا ہو مگر عوام کی اسلام سے وابستگی اتنی ہی قوی اور مضبوط ہے جتنی جسم کی روح سے۔ اور عوام نے اس تعلق کو ہر نئے موڑ پر ثابت کیا ہے اور اسلام کی خاطر انہوں نے سب کچھ قربان کیا ہے۔ افغانستان ہی کو لیجئے وہاں کے عوام نے اسلام کی خاطر ملک چھوڑا، اور اب تک ۱۰ لاکھ نفوس کی قربانی دے چکے ہیں، اور اسلامی جذبہ جہاد کے ذریعہ ایک سپر پاور کو مجبور کیا ہے کہ وہ اپنی فوجوں کو واپس لے جائے، جس کے متعلق خود اس ملک کا اعتراف ہے کہ جذبہ جہاد کو کچلنے کے لئے ۱ ½ لاکھ سے زائد افواج رکھنی پڑی اور بالآخر مجبور ہو کر ناکام و نامراد واپس جانا پڑا۔

ان عناصر نے اسلام کے وجود کو نقصان پہونچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے، جب وہ اسلام کو براہ راست نقصان نہیں پہونچا پاتے ہیں تو اس کو بالواسطہ نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں، اس کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں رسول اسلام کے خلاف طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے ہیں قرآن مجید کی بے حرمتی کرتے ہیں اور دین کا مذاق اڑاتے ہیں قرآن اور حدیث کے تقدس کو چیلنج کرتے ہیں قرآنی آیات کی بے حرمتی کرتے ہیں اور مردوں اور عورتوں کے داخلی لباس اور پیکنگ پیپر پر قرآنی آیات کا استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں تحریف کرکے اسلامی ملکوں کو درآمد کرتے ہیں، کبھی اللہ کے لفظ کی توہین کی جاتی ہے اور اس کا جملوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی ان کی طبیعت کو ٹھنڈک نہیں پہونچتی ہے تو اسلام کے خلاف طرح طرح کی طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے، اور اس کے ماننے والے ایک آسمانی مذہب کے پیرو ہیں جو مخالفت اور تند ہواؤں کے باوجود اس پر گامزن ہیں، اور اپنے مخالف کو پسپائی پر مجبور کرتا ہے جس کے متعلق خود قرآن نے صاف الفاظ میں کہدیا ہے یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منھ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کرکے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں) اسلام نے قرآنی مصداق کے مطابق ان سوسائٹیوں تک رسائی حاصل

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ
منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ و امریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہذا آپ اگر چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمایئے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

مدرسے کا مقصد

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نئے سال کے شروع میں آپ سے تعارف حاصل کرنا اور اپنے تجربات بیان کرنا ایک مناسب و برمحل بات ہے، آپ سے بات کرنا مشکل بھی، اور آسان بھی، ظاہر بات ہے کہ باپ جب اپنے بیٹے سے اور ایک عزیز اپنے دوسرے عزیز سے بات چیت کرتا ہے تو نہ اسکے اندر کسی تصنع و بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے، نہ دقیق و ثقیل الفاظ کے استعمال کی، یہی میری باتوں کی بھی حیثیت ہے، جانی بوجھی باتیں، عمر بھر کے تجربے راستہ کے نشیب و فراز، اس کی منزلیں ان تمام باتوں کو آپ کے سامنے رکھنا اس نوعیت کے اعتبار سے یہ بات بہت آسان ہے، اس میں مجھے زیادہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں، اور میں کیا یہاں آپ کے اساتذہ میں سے جو کوئی بھی آپ سے بات کرے اسے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ

"عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں"

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ سے بات کرنا مشکل بھی ہے اسلئے کہ میں آپ سے اتنی باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں، باتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہے، اور اس کے اتنے محرکات ہیں جن میں سے کسی ایک کو نظر انداز کرنا مشکل ہے، لیکن ہر مشکل کا حل ایک ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ ان تمام باتوں کو مختلف اوقات میں آپ کے سامنے رکھا جائے۔

سب سے پہلے میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں، پرانے طلبہ کو اس لئے کہ وہ اب تک موجود ہیں زمانے کی گردشیں، اور اس کے الٹ پھیر نے الحمدللہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول میں مشغول ہیں اور نئے طلبا کو مبارکباد اسلئے دیتا ہوں کہ انہوں نے دینی تعلیم کا انتخاب کیا اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کے والدین کو یہ توفیق دی کہ وہ آپ کو ایک دینی درسگاہ میں تعلیم کی غرض سے بھیجیں، بعض ایسے بھی طلباء ہیں، جو زبردستی بھیجے گئے ہیں، لیکن وہ بھی اللہ کے منظور نظر ہیں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ "جنت میں بعض لوگ ایسے بھی جائیں گے، جن کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہونگی یعنی وہ اللہ کے اتنے منظور نظر ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ خود جنت میں داخل ہونا نہیں چاہتے، ان کے بیڑیاں ڈال کر اور زبردستی داخل جنت کیا جائے گا، اسی طرح دینی تعلیم کا حصول بھی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اس پر زبردستی لگائے جائیں، اور وہ بغیر اپنے مقصد کو سمجھے ہوئے جبراً و کرہاً یہاں پہونچائے جائیں، وہ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں، غرض یہ کہ جو جس طرح بھی یہاں آیا وہ اور اسکے والدین لائق تحسین اور صد مبارکباد ہیں۔

مگر یہاں آپ کو کیا ملے گا؟ آپ کیا پائیں گے؟ یہ بہت وسیع موضوع ہے، جس پر مفصل روشنی ڈالنے کا یہ موقع نہیں ہے، اور نہ اتنا وقت ہی ہے، امام غزالیؒ کی "احیاء العلوم" اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ آپ موقع نکال کر اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دینی درسگاہ میں طالب علم کو کیا کچھ ملتا ہے

کلام پاک کی نعمت

ابھی ابھی قاری جب تلاوت کلام پاک میں مشغول تھا تو مجھ کو صرف ایک کیفیت شروع سے آخر تک طاری رہی اور وہ یہ کہ ہم جیسے ناپاک و نجس انسان جس کی حیثیت لاشئی محض کی سی ہے، وہ اور اس ذات عالی کا کلام جس نے بحر و بر، آسمان و زمین، شمس و قمر کو وجود بخشا اس کا کلام سمجھ سکیں، اس کے مخاطب بننے کے مستحق بن سکیں، الٰہی کیا مقام ہے وہ شخص جس کی اس صفحہ ہستی کے اوپر کوئی حیثیت نہیں، آخر وہ اس نعمت عظمیٰ کو پا کر دیوانہ کیوں نہیں ہوجاتا گریبان کیوں نہیں پھاڑ لیتا، کیا ہم اس قابل ہیں کہ خلاق عالم کے مخاطب بن سکیں، جب تک قاری تلاوت میں مشغول تھا، مجھ پر صرف یہی ایک تاثر قائم رہا۔ یہ (فہم قرآن) اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر اس پر کوئی شخص خوشی سے دیوانہ ہوجائے اور گریباں چاک کرکے مجنونانہ کیفیت اختیار کرلے تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں، کیا ابی ابن کعبؓ کا واقعہ بھول گئے، ذرا تاریخ کے اوراق کو الٹ کر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعبؓ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا نام لے کر کہا ہے کہ ان سے کلام پاک پڑھوا کر سنو تو سیدنا ابی ابن کعبؓ پر والہانہ کیفیت طاری ہوگئی اور مارے خوشی کے چیخ نکل گئی اور فرمایا:——

او سمانی ربی اللہ اللہ کیا حال تھا، خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت و وارفتگی کا جس کا عشر عشیرہ بھی ہمارے نصیب میں نہیں۔

میرے عزیزو! اگر یہاں آپ کو کچھ نہ ملے، سارا مال خرچ کرنے کے بعد صرف یہی ایک نعمت ملے کہ ہم خدا کے کلام کے مخاطب بننے کے اہل ہوجائیں تو ہیچ جانئے دنیا کی ساری لذتیں آرائشیں سب ایک نعمت پر قربان، اور اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کے بعد آپ کی ساری محنتیں وصول اور آپ کے والدین کی ساری کمائی حاصل۔

میرے عزیزو! یہ بات خوب ذہن میں بٹھا لیجئے، کہ آپ یہاں کس لئے آئے ہیں، اپنی تعلیم میں لگنے سے پہلے اپنے مقاصد کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے، آپ کس نعمت کو حاصل کرنے آئے ہیں، اس کے لئے ذہن کو بیدار کرلیجئے۔

تمہارا قصہ صرف یہی نہیں کہ تم زبردستی یہاں لائے گئے ہو، بلکہ تمہارے اور تمہارے خالق کے درمیان ایک سنہری زنجیر ہے، جس کا اگر ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے تو دوسرا سرا اللہ رب العزت کے قبضہ میں گویا، تمہارے اور اللہ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے، جس کی بنا پر تم اس کے کلام کو سمجھ سکتے ہو، اور اس کو اخذ کرسکتے ہو، اس سے بات کرنے کا طریقہ تمہیں معلوم ہے۔

مدرسے کا مقصد

میں کسی بھی مدرسہ کی یہ تعریف ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ جہاں ایسی زبان سکھائی جاتی ہے، جس کی بدولت عربی کتابیں پڑھی جاسکیں، اور اس سے دوسرے دنیاوی فائدے اٹھائے جاسکیں، عربی مدرسہ کی ہرگز ہرگز یہ تعریف نہیں، بلکہ وہ تو وہ جگہ ہے جہاں طالب علم کے درمیان جیسا کہ میں نے پہلے کہا اور خدا کے درمیان ایک بلاواسطہ کی کڑی ہے، جس کا ایک سرا ادھر ہے، اور دوسرا سرا اللہ کے قبضہ میں ہے۔

ہمیں کیا کرنا ہے

میرے عزیزو! اس بات کو سمجھو کہ اس نعمت عظمیٰ کا اہل بننے کے لئے تمہیں کن باتوں کی ضرورت ہے، تمہیں کم سے کم کیا کرنا ہے؟ سب سے پہلے اپنے اندر شکر پیدا کرو، اکیلے میں بیٹھ کر سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے راستہ پر ڈال دیا، اگر تم پھر اپنی سابقہ جگہ پر پہنچ جاؤ تو یہ تمہاری بڑی بدقسمتی ہے، اس راستہ میں اولیاء کرام اور انبیاء عظام کے نقش قدم نظر آئیں گے، اور اس سب سے بڑھ کر تمہیں علم نبوت کی روشنی ملے گی۔

دوسری چیز اس مدرسہ کی زندگی میں حسب استطاعت اپنے کو اس کے مطابق بنانا ہے، ہر راہ کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، اس راہ کے تقاضے یہ ہیں کہ فرائض کی پابندی کی جائے۔ مثلاً نمازوں میں مستعدی جماعت کے وقت سے پہلے مسجد آجاؤ نوافل و دعا کا ذوق پیدا کرو۔

تیسری چیز، اپنے اخلاق کو بھی اسی کے مطابق بناؤ، تمہارے اندر صبر، زہد، استغناء کی کیفیت پیدا ہوجائے۔

چوتھی چیز تمہارے اخلاق و آداب

(بقیہ صـ ۱۵ پر)

کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ جہاں ان کا پہونچنا محال تھا اور آئے دن اس کے حلقہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اب تو یہ حال ہوگیا کہ ترقی یافتہ ملکوں میں اسلام کے زمرہ میں داخل ہونیوالوں کی تعداد اتنی زائد ہوگئی ہے کہ مسلمان سب سے بڑی اقلیت کے درجے تک پہونچ گئے ہیں وہ طاقتیں ان ملکوں کے حالات کا بغور مطالعہ نہیں کرتی ہیں، وہاں اسلام کس طرح سے دشمنوں کی صفوں میں شگاف ڈال رہا ہے، اور اپنی حقانیت کو تسلیم کروا رہا ہے۔

مذکورہ طاقتوں کو اسلام کے نام سے الرجک ہے وہ اسلام کو کسی بھی حال میں طاقتور اور مضبوط نہیں دیکھنا چاہتیں۔ ان کو جب اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں اسلامی ملک میں اسلام کے نام سے فلاں پروجکٹ شروع ہونے والا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہونچے گی تو وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے ہیں جب تک اسکو تباہ نہ کردیا جائے۔ یا اس ملک کو اس پروجکٹ سے دست برداری پر آمادہ نہ کرلیا جائے۔ اس سے ساری دنیا کو نقصان پہونچنے کی تفصیلات سامنے لائی جاتی ہیں حالانکہ وہ ممالک خود ہی ان منصوبوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور وہ اس کو انسانیت کے لئے مفید بتاتے ہیں۔ اگر ان ممالک میں کوئی اسلام دشمن تحریک شروع ہوجائے تو اسی کو عین ترقی کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی پوری حمایت کی جاتی ہے کیونکہ یہ چیز ان کی طبیعت کے عین مطابق ہوتی ہے۔

بقیہ
بچوں کو سزا کیونکر؟

اس سب کے ساتھ اس کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ مار کی سزا کبھی کبھی ہو، ایسا نہ ہو کہ روزانہ ڈنڈا چلے یا دن میں کئی بار ہاتھ صاف کیا جائے امید ہے کہ بچوں کے مربی حضرات خصوصاً ہمارے ہم پیشہ یعنی مدرسین حضرات ان باتوں پر غور فرمائیں گے۔

حاجی علاءالدین صاحب مرحوم

محمود الازہار ندوی

دینی کاموں سے منسلک اور مشہور اسلامی درسگاہوں کے رکن اور ملت کے عظیم ہمدرد جناب حاجی علاءالدین صاحب کا ۲۲ر شوال مطابق ۹ر جون بروز جمعرات انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی علاءالدین صاحب کا ملک کے ان اہم اشخاص میں شمار ہوتا تھا جو دینی کاموں سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کی اہم دینی تعلیم گاہوں سے تعلق رکھتے تھے اور پیشہ کے لحاظ سے تاجر تھے، حاجی صاحب گجرات کے رہنے والے تھے مگر بمبئی ان کا وطن ثانی بن گیا تھا اور ان کا جملہ کاروبار وغیرہ بھی بمبئی ہی میں تھا۔ اسلئے وہ بمبئی کی نسبت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

حاجی صاحب آغاز ہی سے تبلیغ کے کاموں سے منسلک تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے ہند و بیرون ہند کے متعدد اسفار بھی کئے ہند کا کوئی اہم اجتماع ایسا نہ ہوتا تھا جس میں آپ شریک نہ ہوتے ہوں، حاجی صاحب نے جماعتوں کے ساتھ متعدد ملکوں کا بھی سفر کیا، ان میں عرب ممالک، افریقی ممالک، امریکہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کے علاوہ، جزائر فجی اور برطانیہ شامل ہیں، بلکہ بعض جگہ تو تبلیغ کے کام کو جمانے میں حاجی صاحب کی دور اندیشی کا بڑا دخل ہے۔

حاجی صاحب نے پوری زندگی جہد مسلسل میں گذار دی تبلیغی اسفار کے علاوہ اہم دینی اور ملکی کاموں سے بھی انہوں نے اپنے کو منسلک کر رکھا تھا اسی وجہ سے وہ ندوۃ العلماء، دارالعلوم دیوبند، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم تاج المساجد اور گجرات کے متعدد مدارس کے رکن مجلس شوریٰ و سرپرست تھے۔ ندوہ کے احاطہ میں "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" جب قائم ہوئی تو جن لوگوں نے اس کی لائف ممبری قبول کی تھی ان میں حاجی علاءالدین صاحب کا نام بھی سرفہرست ہے۔

حاجی صاحب نے اپنی زندگی کا ایک نہج بنالیا تھا وہ سال میں دو تین بار بمبئی کے تجار، اہل تعلق اور بعض وقت تو نوجوانوں کی ایک جماعت لے کر بڑے بڑے مدرسوں بشمول بستی نظام الدین کے نکلتے تھے۔ اور لوگوں سے اسلام کے ان قلعوں کا تعارف کراتے تھے جو اہل تعلق کو ان مدارس سے قریب ہونے اور مدرسے کے اہم امور میں دلچسپی لینے کا باعث ہوتا تھا۔

حاجی صاحب جامع الصفات تھے ان کی اس خوبی کو ان کے دوست تو تسلیم کرتے ہی تھے مگر اس خوبی کو وہ بھی تسلیم کرتے تھے جن کو ان سے اختلاف ہوتا تھا، اور اسی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے تھے۔

حاجی صاحب اپنی ذات سے ایک انجمن تھے مدرسے والوں کے لئے تو بڑے مددگار اور مشیر کار تھے۔ کون ایسا قابل ذکر مدرسہ ہوگا جو ان کے تعاون اور کاوشوں سے مستفید نہ ہوا ہو۔ ان کے نزدیک تعاون کا طریقہ شخصی بھی تھا اور ان جگہوں تک پہونچانے کا بھی ایک طریقہ تھا جہاں سے تعاون مل سکے۔

حاجی صاحب چند سالوں سے مسلسل علیل چل رہے تھے مگر اس سے ان کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا، اسفار، لوگوں سے ملنا جلنا، اور اہم امور میں مشورہ دینا اور شریک ہونا ان کی زندگی کا ایک جزء تھا اور آخر دم تک انہوں نے اپنے معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اور انتقال بھی حالت سفر میں ہوا۔

حاجی صاحب کا تمام علمائے دین سے خاص طور پر نظام الدین دہلی اور سہارنپور کے شیوخ و علماء سے گہرا ربط و تعلق تھا اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور اہل ندوہ کے تو وہ شیدائی تھے، اور ان لوگوں کے ساتھ بڑی محبت اور اپنائیت کا معاملہ کرتے تھے خاص طور سے جب ان کے پاس مدرسہ کے کام سے کوئی پہونچتا تھا چاہے وہ زمانہ رمضان کا ہو یا غیر رمضان کا ہو ان کو خود اپنے ساتھ لے کر متعدد جگہوں پر جاتے اور جہاں نہیں پہونچ پاتے یا کوئی معذوری ہوتی وہاں اپنے چھوٹے لڑکے مولوی عبداللّٰہ ندوی کو ساتھ بھیجتے۔ گذشتہ رمضان میں میری اور مولانا شمس الحق صاحب کی ان سے برابر ملاقات رہی، رمضان ہی میں ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اور ڈاکٹروں نے ان کو مکمل آرام کا مشورہ دیدیا تھا اور اس کی خاطر وہ چند دنوں کے لئے اپنی رہائش گاہ سے اپنے لڑکے یٰسین علاءالدین کے یہاں منتقل ہوگئے تھے جو ہم لوگوں کی قیام گاہ سے قریب ہی تھی اور ۲۷ر رمضان کو ہم لوگوں کو بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا اور دعا کی درخواست کی تھی کس کو معلوم تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ثابت ہوگی۔

حاجی صاحب زیادہ تر تبلیغ کا کام گجراتی میں کرتے تھے اور تھوڑا بہت کام اردو میں کرتے تھے اس سلسلہ میں تبلیغ میں رائج کتب اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی کتابوں کا بڑا دخل ہے اور مجلس کی لائف ممبری نے ان کے علمی اور فکری مطالعہ میں بڑی مدد دی، اور اس کے جدید انکار و ذہن کو سمجھنے میں ان کو دشواری نہ ہوتی تھی۔

اللّٰہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کے اندر ایک خصوصیت اور ودیعت کی تھی اور وہ تھی مردم شناسی کی، وہ ہر چیز کو اپنے طرز اپنے انداز اور فکر پر تول لیتے تھے اس کے بعد ہی اس کام سے دلچسپی لیتے تھے اور جب وہ چیز ان کے اصولوں پر صحیح اترتی تھی تو وہ اس کام کو آگے بڑھانے میں بڑی تگ و دو کرتے، وہ دینی کتابوں اور رسالوں کا جن میں ندوۃ العلماء کا "تعمیر حیات" خاص طور پر قابل ذکر ہے، خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے اور انہوں نے اس کا اظہار متعدد بار خطوط اور ملاقاتوں میں کیا اور اس کی توسیع

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

حسن اخلاق کی اہمیت

مولانا ابوالکلام آزاد

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں

۲۔ کامل ایمان اس مومن کا ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

۳۔ قیامت کے روز اعمال کے ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہ ہوگی۔

۴۔ انسانوں کو قدرت کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئی ہیں ان میں سب سے بہتر چیز اچھے اخلاق ہیں۔

۵۔ بندوں میں سے اللّٰہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

۶۔ آخرت کی زندگی میں میرے لئے سب سے پسندیدہ وہ شخص ہوگا جسکے اخلاق اچھے ہوں اور وہی مجھ سے قریب تر ہوگا۔

۷۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللّٰہ مومنوں میں سے افضل کون ہے۔ فرمایا اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا (جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو۔

۸۔ انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ حاصل کرسکتا ہے جو مسلسل روزہ رکھنے اور راتوں کو مسلسل عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

آخری ارشاد کے سلسلے میں اتنا عرض کردینا چاہئے کہ یہ ایک اسلوب بیان ہے جس میں حسن اخلاق کو اس درجہ پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے، جو نماز اور روزے جیسی نفلی عبادات سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص فضائل اخلاق کے ساتھ نفلی عبادت میں بھی سرگرم رہے گا۔ اس کا درجہ اور بھی بلند ہوگا غرض ان ارشادات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فضائل اخلاق کو دین حق میں کتنا بلند درجہ حاصل ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ اخلاق درست ہوں گے

تو افراد و جماعات میں میل جول بڑھے گا۔ ان میں محبت و ہمدردی کو فروغ حاصل ہوگا۔ ایک دوسرے کے نفع نقصان اور دکھ سکھ کا احساس ترقی کرے گا۔ کشمکش کے اسباب رفتہ رفتہ زائل ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ پورا مجمع انسانیت ایک کنبے کے افراد اور ایک خاندان کے اعضا کی حیثیت میں رہنے سہنے لگے گا۔ ہر قلب میں احترام آدمیت کو صحیح مقام مل جائے گا۔ یہی اسلام کا اصل نصب العین تھا۔ اس کی طرف پیش قدمی جاری تھی کہ اچانک ملوکیت اور بادشاہیوں کا دور شروع ہوگیا جس کی ظلمت و تیرگی میں قافلۂ اسلام کی ہر متاع عزیز گم ہوگئی۔ اور اب کسی بھی چیز کا ٹھیک ٹھیک سراغ لگالینا خاصا مشکل ہوگیا ہے۔ اگر کسی کا سراغ مل بھی جائے تو ہم لوگوں کے ذہنوں میں دور ملوکیت کے وقت سے دین حق کا جو نقشہ جما ہوا ہے، اس میں کسی بازیافتہ شے کے لئے موزوں جگہ نکالنا بظاہر آسان نہ ہوگا۔

باقی رہی تبلیغ اسلام تو وہ ہر مسلمان کیلئے فرداً فرداً اور ہر اسلامی جماعت کیلئے اجتماعاً اس دنیا میں اولین شے ہے۔ نہ محض اسلئے کہ اسلام حق ہے اور حق کو پھیلانا ہر فرد و جماعت کیلئے بہترین سعادت ہے اسلئے بھی کہ ہم جنسوں کی پرخلوص بہی خواہی ہر مسلمان کے اہم فرائض میں داخل ہے اور تمام ہم جنسوں کو نعمت اسلام کا حامل بنا دینے سے بڑھ کر بہی خواہی کوئی نہیں ہوسکتی، جس پر دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود موقوف ہے لیکن تبلیغ اسلام کے لئے بھی سازگار فضا صلح و امن ہی سے میسر آسکتی ہے اگر نفرت و مخاصمت کی آگ دلوں میں بھڑک رہی ہو تو کسی کو پیغام حق سنانے کی کیا صورت ہوگی؟ سیرۃ طیبہ سے ظاہر ہے کہ بدر و حنین کی فتوحات

بے شائبہ ریب بہت عظیم القدر تھیں تاہم فتح مبین صلح حدیبیہ ہی قرار پائی۔ جس نے طول و عرض عرب میں دلوں کے دروازے اسلام کے لئے کھول دیے اور یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کا روح افروز منظر سب نے دیکھ لیا۔

ایمان کیا ہے؟

صحیح بخاری کی کتاب الایمان میں سے صرف چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں تاکہ اندازہ ہوسکے ایمان و اسلام حقیقۃً کیا ہیں؟ مثلاً

۱۔ مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان کو کوئی گزند نہ پہنچے اور مہاجر وہ ہے جو اللّٰہ کی منع کی ہوئی ہر شے ترک کردے۔

۲۔ اس وقت تک کوئی شخص حقیقۃً مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے مومن بھائی کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۳۔ جس میں تین باتیں ہوں، اس نے ایمان کی حلاوت پائی

ا۔ اللّٰہ و رسولؐ اس کے نزدیک ماسوا سے بڑھ کر محبوب ہوں۔

ب۔ ہر فرد کے ساتھ صرف اللّٰہ کیلئے محبت کرے یعنی محبت کے ساتھ کوئی غرض وابستہ نہ ہو۔

ج۔ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ہی برا معلوم ہو، جتنا آگ میں ڈالا جانا۔

۴۔ تین باتیں ہیں، جس نے یہ جمع کرلیں اس نے ایمان جمع کرلیا۔

ا۔ اپنے نفس کے مقابلے میں بھی انصاف پر قائم و استوار رہنا۔

ب۔ دنیا میں سلامتی اور حق پھیلانا

ج۔ تنگ دستی کے باوجود اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

حضور صلعم سے پوچھا گیا کہ کون سا اسلام بہتر (خیر) ہے۔ فرمایا: کھانا کھلانا اور سب کو سلام کہنا یعنی سلامتی کی دعا دینا خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو

۶۔ خود ابوذرؓ غفاری کی روایت ہے کہ میں نے غلام کو گالی دی۔ رسول اللّٰہ صلعم نے سن لی اور فرمایا ابوذرؓ ابھی تم میں جاہلیت باقی ہے۔ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللّٰہ نے انہیں تمہارے ماتحت کردیا ہے جس کا بھائی ماتحت ہو اسے چاہیے کہ بھائی کو ویسا ہی کھلائے جیسا آپ کھائے، ویسا ہی پہنائے جیسا آپ پہنے اور بھائی سے ایسا کام نہ لے، جو اس سے نہ ہوسکے۔ کوئی سخت کام ہو تو خود اس کی مدد کرے۔

۷۔ جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو وہ دل ہے۔

۸۔ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی لڑنا کفر ہے۔

۹۔ جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ مقابلے پر آئیں تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں ہوں گے عرض کیا گیا کہ قاتل تو ہوا مگر مقتول کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن موقع نہ پاسکا اور خود مارا گیا۔

۱۰۔ جس میں چار باتیں ہوں، وہ خالص منافق ہے۔

ا۔ امانت رکھی جائے تو خیانت کرے

ب۔ بات کہے تو جھوٹ بولے۔

ج۔ عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے

د۔ جھگڑے تو ناحق کی طرف چلا جائے

ان میں سے کوئی بھی بات کسی میں ہو تو نفاق کی علامت ہوگی تاآنکہ اسے ترک کردے۔

۱۱۔ خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

۱۲۔ "کتاب الادب" میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ عرض کیا: کون یا رسول اللّٰہ؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی بدیوں سے امن میں نہ ہو۔

ان ارشادات پر غور فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ رسول اللّٰہ صلعم نے عالم انسانیت کو کس راستے پر چلنے کی دعوت دی؟ آیا اس کے سوا امن عام اور بہبود انسانیت کا کوئی راستہ ہوسکتا ہے؟ ساتھ ہی سوچیے کہ جس سرچشمۂ فلاح و صلاح کو تین سے یہ اور ایسی ہزاروں موجیں اٹھیں، اس کے طیب و طاہر ہونے کا درجہ کتنا بلند ہوگا

دائرۂ اصلاح و درستی

مولانا سید سلیمان مرحوم و مغفور نے سیرۃ النبیؐ میں ان اخلاقی تعلیمات کی ایک فہرست درج فرمائی ہے، جن کی

تعلیم یا ممانعت قرآن پاک نے کی ہے ان میں نے ان تمام تعلیمات کو شمار کیا تو ایک سو ستائیس نکلیں۔ اسی طرح مرحوم مولانا نے صحیح بخاری، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد سامنے رکھ کر رسول اللہ صلعم کی اخلاقی تعلیمات کے صرف عنوان درج فرمائے۔ ان کی تعداد ننانوے ہوئی۔

پھر فرمایا کہ "کنز العمال" ہر قسم کی حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں رسول اللہ صلعم کی اخلاقی تعلیمات بڑی تقطیع کے ایک سو ستاسی صفحوں میں سمائی ہیں، ہر صفحے میں ستائیس سطریں ہیں۔ مولانا سید سلیمان مرحوم نے یہ حدیثیں گنیں تو تین ہزار نو سو چھ نکلیں۔

تاہم اصل معاملہ تعداد کا نہیں اصل معاملہ یہ ہے کہ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کچھ بصورت امر یا بہ شکل نہی آگیا ہے، اس میں انسانی زندگی کا کوئی بھی ضروری گوشہ نظر انداز نہیں ہوا۔ خطبۂ حج میں رسول اللہ صلعم نے تین چیزوں کا ذکر بطور خاص فرمایا تھا یعنی جان، مال اور آبرو۔ پھر حج کے دن، حج کے مہینے اور مکہ مکرمہ کی حرمت کی طرح جان، مال اور آبرو کی عزت و حرمت کی تاکید فرمائی تھی۔ غور کیا جائے تو دنیا میں جتنی زیادتیاں، جتنے ظلم اور جتنے گناہ ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق اصلاً انہی تین چیزوں میں سے کسی ایک سے نکلے گا، جو انسان کو فطرۃً عزیز ہیں۔ کتاب و سنت کی محولہ بالا تعلیمات میں کوئی چیز ایسی نہیں ملے گی جو ضروری تھی اور اس کے کرنے یا نہ کرنے کی تاکید نہ آئی ہو۔

اب سیرۃ النبی اور رحمۃ للعالمین سے حضور صلعم کی چند خصوصیتیں اختصاراً بیان کی جاتی ہیں۔

حسن خلق

رسول اللہ صلعم نہایت نرم مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ چہرۂ مبارک پر اس قسم کی کیفیت چھائی رہتی تھی جس سے دیکھنے والے پر لطف و شفقت کا اثر پڑتا۔ گفتگو وقار و متانت سے فرماتے، ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے۔ ہر ایک کو نرمی سے سمجھاتے کبھی کسی کی دل شکنی گوارا نہ فرمائی۔ آپ سوار ہوتے اور راستے میں کوئی صحابی مل جاتا تو اسے سوار کرا دیتے اور خود اتر آتے۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا تو ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گراتا لوگ مجھے پکڑ کر خدمت اقدس میں لے گئے، آپ نے فرمایا کہ زمین پر ٹپکی ہوئی کھجوریں کھا لیا کرو، ڈھیلے نہ مارا کرو، پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

ایک مرتبہ حالت قحط میں ایک صاحب نے باغ سے کھجور کے خوشے کھائے اور کچھ دامن میں رکھ لئے باغ کے مالک نے اسے مارا اور کپڑے اتروالئے پھر شکایت لیکر حضور صلعم کی بارگاہ میں پہنچا کھجوریں توڑنے والا بھی ساتھ تھا۔ آپ نے مالک باغ سے کہا۔ یہ جاہل تھا اسے تعلیم دینی چاہئے تھی، بھوکا تھا کھانا کھلانا چاہئے تھا۔ یہ فرما کر کپڑے واپس دلائے اور اسے ساٹھ صاع غلہ اپنے پاس سے دیا، جو ہمارے حساب سے تین من، تیرہ سیر اور ڈھائی چھٹانک ہوتا ہے۔

مجلس نبوی میں بیٹھنے کی جگہ نہ رہتی تو نئے آنے والے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے سلام میں پیش دستی فرماتے راستہ چلتے تو مرد عورت، بچہ جو سامنے آتا اسے سلام کرتے۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی غیر مناسب لفظ نہیں آیا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب کسی پر عتاب کرتے تو فرماتے: "مالہ ترب جبینہ" (اسے کیا ہوا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو)۔ محاورے میں اس فقرے کا استعمال ہلکے زجر کے رنگ میں ہوتا ہے

بچوں پر شفقت

حضور صلعم بچوں پر شفقت فرماتے آپ سفر سے تشریف لاتے اور لوگ استقبال کے لئے نکلتے تو بچے بھی ساتھ ہوتے اور وہ معمول کے مطابق دوڑ کر ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے۔ جو پہلے پہنچتے انہیں آپ ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ راستے میں مل جاتے تو انہیں خود سلام کرتے اور ان سے بھی شفقت کا یہی برتاؤ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک نہایت غریب عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اس کی دو بچیاں بھی ساتھ تھیں۔ اتفاق سے حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور پڑی تھی وہ اس عورت کو نذر کردی۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کو دے دیا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کو سنایا تو فرمایا جس کے دل میں خدا اولاد کی محبت ڈالے اور وہ اس محبت کا حق ادا کرے تو دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

یہ شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی۔ ایک دفعہ کسی غزوے میں چند بچے بھی بے ارادہ علم مارے گئے، آپ کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا۔ کسی کی زبان سے نکلا یا رسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے فرمایا مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

جابرؓ بن سمرہ صحابیؓ اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ کے ساتھ ہولیا۔ سامنے سے چند اور بچے آگئے۔ آپ نے سب کو پیار کیا، اور مجھے بھی پیار کیا۔

غلاموں پر شفقت

اوپر گزر چکا ہے ابوذرؓ غفاری سے آپ نے فرمایا تھا تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، جو خود کھاؤ، انہیں کھلاؤ، جو خود پہنو، انہیں پہناؤ، چنانچہ اس کے بعد سے ابوذرؓ نے اپنے غلام کو ہمیشہ کھانے پہننے وغیرہ میں اپنے برابر رکھا۔

غلاموں کیلئے لفظ غلام بھی گوارا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا، انہیں غلام یا لونڈی کہہ کر نہ پکارا کرو۔ "میرا بچہ" "میری بچی" کہا کرو

آپ کے پاس جو غلام آتا، اسے آزاد کردیتے۔ لیکن وہ لوگ آزاد ہو کر بھی آپ کی شفقت کی زنجیریں جکڑے رہتے۔ زید بن حارثہ کا واقعہ محتاج تفصیل نہیں، ان کے والد اور چچا لینے کے لئے آئے اور ہر قیمت ادا کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ آپ پہلے ہی زیدؓ کو آزاد کرچکے تھے۔ جانے نہ جانے کا معاملہ زیدؓ ہی پر چھوڑ دیا۔ اس نے جانے سے انکار کردیا۔ اور آپ کے آستانۂ رحمت کو والدین اور دوسرے خونی اقربا کے ظل عاطفت پر ترجیح دی محبت و شفقت کے اس اعجاز کا صحیح اندازہ کون کرسکتا ہے، جس کے سامنے قریب ترین خونی رشتے بھی بے حقیقت رہ گئے تھے؟ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے آپ کو جتنی محبت تھی وہ اسی سے ظاہر ہے کہ بعض نہایت اہم معاملات میں اسامہؓ ہی کو آپ کی بارگاہ میں سفارش بنایا جاتا تھا اور فتح مکہ میں داخلے کے وقت اسامہؓ حضور صلعم کے ردیف تھے۔

ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی خدا کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ صحابی نے مڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ صلعم تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کردیا۔ فرمایا، اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمہیں چھو لیتی۔

سب سے آخری وصایا میں کی ایک وصیت یہ تھی کہ غلاموں اور لونڈیوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ غلاموں کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں! آپ خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ یہی گذارش کی تو فرمایا۔ "ہر روز ستر مرتبہ"۔

(باقی آئندہ)

تذکرہ ریختہ گویان ہند

یہ تذکرہ حضرت مولانا ابوالحسن علی الحسنی الندوی کے محترم دادا جناب مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی نے اٹھارہویں صدی کے آخر میں ترتیب دیا تھا، جو اردو کے پچاسی شعراء کا مستند ترین تذکرہ ہے اب تک یہ تذکرہ قلمی رہا لیکن اب ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی نے اسے تنقیدی تدوین کے ساتھ شائع کیا ہے جو کتاب "حکیم سید فخر الدین خیالی" حیات و کارنامے کا ایک جزء ہے یہ کتاب پروفیسر خلیق احمد نظامی کے وقیع مقدمہ کے ساتھ ۳۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مجلد کتاب کی قیمت تیس روپیہ ہے، طلباء، اساتذہ، تاجروں کے لئے معقول کمیشن۔ لکھئے

NADWA BOOK DEPO
P.B.93, LUCKNOW-226007

اسلامی حکومتوں کی علم دوستی

شاہ معین الدین احمد ندویؒ

اسلامی حکومتوں کی علم دوستی نے پوری اسلامی دنیا میں مدرسوں اور اسلامی تعلیم گاہوں کا ایک جال بچھادیا تھا، اسلام کی ابتدائی چند صدیوں میں باقاعدہ مدارس کے بجائے بڑے بڑے علماء کے حلقۂ درس ہوتے تھے جو بجائے خود ایک مستقل درسگاہ کی حیثیت رکھتے تھے، باقاعدہ مدارس کا آغاز چوتھی صدی سے ہوا، یورپین مؤرخین کی تحقیق ہے کہ سب سے پہلے مامون نے خراسان میں مدرسہ قائم کیا تھا، اس اعتبار سے دوسری ہی صدی سے مدارس کے قیام کا آغاز ہوگیا تھا مگر عربی مآخذوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

عام مؤرخین مدارس کے قیام کا آغاز مدرسہ نظامیہ بغداد سے یعنی پانچویں صدی سے کرتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ چوتھی صدی میں نیشاپور میں متعدد مدارس قائم ہوچکے تھے، سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے بھائی امیر نصر بن سبکتگین نیشاپور میں مدرسہ بیہقیہ اور مدرسہ سعیدیہ قائم کئے۔ اسی زمانہ میں نیشاپور میں ایک مدرسہ ابوسعد اسمٰعیل بن علی واعظ استرآبادی نے قائم کیا تھا ایک مدرسہ امام ابواسحٰق کے لیے کسی امیر نے بنوایا تھا، ایک مدرسہ خود اہل نیشاپور نے امام ابوبکر بن حسن المعروف بابن فورک المتوفی ۴۰۶ھ کے لیے قائم کیا تھا، جس میں مختلف علوم کی تعلیم ہوتی تھی، حاکم بامر اللہ فاطمی نے ۴۰۰ھ میں قاہرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور اس میں بہت سی کتابیں منتقل کی تھیں، خود نظام الملک نے ایک مدرسہ نیشاپور میں قائم کیا تھا جو مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے نام سے مشہور تھا۔

لیکن جس عظیم الشان دارالعلوم نے بغداد کو دنیائے اسلام کا تعلیمی مرکز بنادیا وہ مدرسہ نظامیہ بغداد ہے اس کے قیام کا سہرا ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک طوسی کے سر ہے وہ خود بڑا فاضل علم دوست اور علماء واصحاب کمال کا بڑا قدردان تھا، اس کی علم دوستی کے سامنے برامکہ کے علم نوازی کی داستانیں قصۂ پارینہ بن گئی تھیں، نظام الملک نے بڑے اہتمام سے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا، ۴۵۷ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۴۵۹ھ میں بڑے تزک واحتشام سے اس کا افتتاح ہوا، اس تقریب میں سارا بغداد امنڈ آیا تھا، اس کے مصارف کے لیے نظام الملک نے لاکھوں روپے کی جاگیر وقف کی، مدرسے سے متعلق ایک ہوسٹل بھی تھا، سب طلبہ کو وظائف ملتے تھے اور اس دور کے نامور اور یگانۂ روزگار علماء درس وتدریس کے لیے مقرر کئے گئے تھے امام ابواسحٰق شیرازی نے نصر الصباغ ابن الخطیب شارح حماسہ، قطب الدین شافعی اور امام غزالی جیسے ائمہ مختلف اوقات میں مسند درس کی زینت رہے۔

نظامیہ بغداد کے علاوہ نظام الملک نے بلخ، ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ، مرو، موصل، آمل اور عراق کے تمام شہروں میں مدرسے قائم کئے تھے عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ جس بستی میں کوئی بڑا عالم موجود تھا وہاں نظام الملک نے مدرسہ اور کتب خانہ قائم کردیا تھا۔

ان کے مصارف کا بڑا حصہ نظام الملک اپنی جیب خاص سے ادا کرتا تھا اور حکومت کی جانب سے بھی مدد ملتی تھی، ابن اثیر کا بیان ہے کہ نظام الملک نے ممالک محروسہ کے تمام شہروں میں مدارس اور دارالعلوم قائم کئے اور ان کے مصارف کے لئے بڑی بڑی رقمیں مقرر کیں قزوینی کا بیان ہے کہ نظام الملک اپنی آمدنی کا (جو کروڑوں روپے پر مشتمل تھی) دسواں حصہ مدارس کے لیے نکالتا تھا اور چھ لاکھ دینار سالانہ تقریباً تیس لاکھ روپے حکومت کی جانب سے ملتے تھے۔

نظامیہ بغداد کے قیام کے بعد بغداد میں مدارس کے قیام کا عام ذوق پیدا ہوگیا اور بہت سے مدرسے قائم ہوئے، ابن جبیر اندلسی جو ۵۸۰ھ میں بغداد پہنچا ہے لکھتا ہے کہ یہاں تیس بڑے دارالعلوم ہیں جن میں سے ہر ایک کی عمارت بڑے بڑے قصور و محلات کو شرماتی ہے۔

لیکن یہ مدارس دوسرے لوگوں کے قائم کردہ تھے خود عباسی خلفاء کی تاریخ کا صفحہ ابھی تک اس بارے میں سادہ تھا، اس کی تلافی مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) نے اس زمانہ میں کی جب دولت عباسیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا مگر اس کے ڈوبتے ڈوبتے وہ ایسا عظیم الشان دارالعلوم قائم کرگیا جس نے مدرسہ نظامیہ کی شہرت کو ماند کردیا، ۶۲۵ھ میں اس دارالعلوم (مستنصریہ) کی بنیاد پڑی، سات برس میں عمارت بن کر تیار ہوئی، اور ۶۳۲ھ میں بڑے تزک واحتشام سے اس کا افتتاح ہوا، مدرسہ کے متعلق ایک وسیع کتب خانہ تھا جس میں ساٹھ ہزار منتخب کتابیں تھیں اس میں دینی علوم کے ساتھ طب کی تعلیم بھی ہوتی تھی، طلبہ کو مدرسہ کی جانب سے کھانے کے علاوہ مٹھائیاں اور میوے بھی ملتے تھے، مدرسہ کے مصارف کے لیے ایک بڑی جائداد وقف تھی۔

ابن واصل کا بیان ہے کہ روئے زمین پر اس سے بہتر مدرسہ نہ تھا، اور نہ کسی مدرسہ کا اتنا بڑا وقف تھا اس میں چاروں مذاہب کی تعلیم ہوتی تھی، مدرسہ کے متعلق ایک شفاخانہ، مطبخ، ٹھنڈے پانی کے لیے آبدار خانہ تھا، طلبہ کو چٹائیاں، فرش، تیل، کاغذ، قلم، دوات مفت اور کھانے کے علاوہ ہر طالب علم کو ایک اشرفی ماہانہ وظیفہ ملتا تھا، مدرسے سے متعلق ایک عمدہ حمام بھی تھا

فاطمی خلفاء اگرچہ علم دوست تھے لیکن ان کے زمانہ میں صرف چند مدرسوں کے قیام کا پتہ چلتا ہے، جامعہ ازہر انہی کے دور کی یادگار ہے، مصر و شام میں اس کا سلسلہ نور الدین محمود زنگی اور صلاح الدین ایوبی نے شروع کیا اور ممالیک چراکسہ نے اس کو کمال تک پہنچایا، مقریزی کا بیان ہے کہ نور الدین محمود زنگی (۵۱۱ھ تا ۵۶۹ھ) نے دمشق، حلب، اور مصر میں شوافع اور احناف کے مدرسے قائم کئے، اس کے بعد نور الدین زنگی (۵۶۹ھ تا ۵۷۹ھ) اس کی اولاد اور اس کے امراء نے اس کی تقلید میں مصر و شام اور جزیرہ کے شہروں میں بکثرت مدرسے قائم کئے، اس کے بعد اس کے جانشین مملوکی خاندان کے سلاطین اور اس کے امراء و متوسلین نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا جو ہمارے زمانہ تک قائم ہے، نور الدین کو تعلیم سے اتنی دلچسپی تھی کہ وہ دور دور سے نامور علماء کو تدریس کے لیے بلاتا تھا، علامہ شرف الدین ابوسعد اس دور کے نامور شافعی عالم تھے ان کو سنجار سے بلایا، اور حماۃ، حمص، بعلبک اور دمشق میں ان کے لیے مدارس قائم کرکے ان سے درخواست کی کہ وہ جس مدرسہ میں چاہیں قیام کریں، دمشق میں ایک عظیم الشان دارالحدیث قائم کیا جو تاریخ اسلام میں پہلا دارالحدیث تھا ان سب کے مصارف کے لیے بہت سی جائداد وقف کی جس کی ماہوار آمدنی نو ہزار اشرفی تھی،

صلاح الدین ایوبی کو نور الدین سے بھی زیادہ اشاعت تعلیم سے شغف تھا، اس لیے اس کے امراء و متوسلین بلکہ ایوبی خاندان کی خواتین تک نے مدرسے قائم کئے ان کے مصارف کے لیے بڑی بڑی جائدادیں وقف کیں، ابن جبیر اندلسی جس نے صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں مصر و شام کا سفر کیا تھا، مصر کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہاں کسی بزرگ کا مقبرہ کوئی مسجد اور کوئی مدرسہ ایسا نہیں ہے جس کے جملہ مصارف بیت المال سے مقرر نہ ہوں، دمشق کے ذکر میں لکھتا ہے کہ یہاں جو نئی مسجد یا خانقاہ تعمیر ہوتی ہے یا مدرسہ قائم ہوتا ہے، سلطان اس کے مصارف کے لیے وقف کرتا ہے دولت مند عورتیں تک مسجدوں مدرسوں اور خانقاہوں کے قیام پر بڑی دولت صرف کرتی ہیں، یہی حال یہاں کے امراء کا ہے، جس زمانہ میں وہ دمشق پہنچا ہے یہاں بیس بڑے مدرسے تھے،

اس لیے نور الدین اور صلاح الدین ایوبی کے دور سے لے کر ممالیک کے زمانہ تک مصر و شام میں بکثرت مدارس قائم ہوئے ان میں بعض مدرسے ایسے تھے کہ دنیائے اسلام میں بے نظیر مانے جاتے تھے، مدرسہ صلاحیہ کے بارے میں جو صلاح الدین ایوبی نے حضرت امام شافعی کے مزار کے قریب قائم کیا تھا، سیوطی کا بیان ہے کہ اس مدرسہ کو تاج المدارس کہنا بجا ہے، یہ ساری دنیائے اسلام میں علی الاطلاق سب سے بڑا مدرسہ ہے، حلب کے ایک مدرسہ کے بارے میں ابن جبیر لکھتا ہے کہ میں نے جس قدر مدارس دیکھے ان میں رونق اور عمارت کے حسن کے اعتبار سے یہ مدرسہ سب سے بہتر ہے،

ان میں متعدد مدارس ایوبی خواتین کی یادگار تھے، مصر میں مدرسہ قطبیہ ملک العادل کی لڑکی مونسہ خاتون نے قائم کیا تھا، سلطان کی دوسری لڑکی حنفیہ خاتون

نے حلب میں مدرسہ فردوس کے نام سے قائم کیا تھا، ان مدرسوں کا ابن خلکان، طبقات الشافعیہ اور جواہر مضیہ وغیرہ اور زنگی اور ایوبی حکومتوں کی تاریخ کتاب الروضتین اور تاریخ اتابکیہ وغیرہ میں مختلف مقامات پر ملتا ہے لیکن مقریزی سیوطی اور ابن شحنہ حلبی نے ان کا مستقل تذکرہ کیا ہے اور ان کے متعلق ضروری معلومات تحریر کر دیئے ہیں۔

دسویں صدی کے ربع اول میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مملوکی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور شام و مصر کے علاقے عثمانی حکومت میں شامل ہو گئے مگر اس سے ان کی علمی و تعلیمی مرکزیت میں فرق نہیں آیا، جو آج تک قائم ہے، ترک اگرچہ فوجی قوم تھے لیکن تعلیم کی اشاعت میں ان کا قدم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا، بلکہ انہوں نے پرانا نظم بدل کر زمانہ کے حالات و ضروریات کے مطابق بنا دیا۔

اسلامی حکومتوں میں ترکی حکومت کا دور سب سے زیادہ طویل ہے، ساتویں صدی ہجری کے آخر میں وہ قائم ہوئی اور اب تک قائم ہے اس لئے اس کو قدیم اور جدید دونوں دوروں سے گذرنا پڑا اور یورپ کی حکومتوں سے ہمیشہ اس کا سابقہ رہا اس لیے یورپ میں جو تعلیمی ترقیاں ہوئیں ان سے بھی اس نے فائدہ اٹھایا، اس لیے تعلیمی میدان میں اس کے کارنامے تمام اسلامی حکومتوں سے زیادہ ہیں، اور اس لحاظ سے وہ ان سب میں ممتاز ہے کہ اس نے تعلیم کے دائرے میں بڑی وسعت پیدا کی، اس کا مرتب نظام قائم کیا، زمانہ کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی پیدا کی، اور ابتدائی مدارس سے لے کر بڑے بڑے دارالعلوم، جدید تعلیم کے اسکول کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیں جن میں تمام مغربی علوم و فنون کی تعلیم ہوتی تھی، ترکوں کے تعلیمی خدمات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک باب میں اس کی جھلک دکھانا بھی دشوار ہے۔

ترکی حکومت میں سب سے پہلے سلطان اورخان ([illegible] سے [illegible]) نے مدارس قائم کئے اس کا ازنیق کا مدرسہ بہت مشہور ہے، اس میں داؤد قیصری شارح فصوص الحکم اور علامہ علاؤالدین شارح وقایہ جیسے علماء درس دیتے تھے۔ اورخان کے بعد اس کے جانشینوں نے اس سلسلہ کو بہت آگے بڑھایا اور سلطان محمد فاتح نے اوج کمال تک پہونچا دیا، اس نے [illegible] میں قسطنطنیہ میں ایک بڑی یونیورسٹی قائم کی جس کے تحت آٹھ دارالعلوم تھے، اس میں علامہ علاؤالدین قوشجی شارح تجرید، خواجہ زادہ اور ملا عبدالکریم وغیرہ جیسے اجلّہ علماء تعلیم دیتے تھے، خواجہ زادہ کا محاکمہ تہافت الفلاسفہ امام غزالی بہت مشہور ہے یہ محاکمہ انہوں نے سلطان کی فرمائش پر لکھا تھا اس کے صلہ میں اس نے اس کو دس ہزار درہم انعام دیئے تھے، علامہ قوشجی دارالعلوم جامع ایاصوفیہ کے مدرس اعظم تھے، ان کو دو سو درہم یومیہ تنخواہ ملتی تھی۔

سلطان محمد فاتح کے بعد بایزید خاں (۸۸۶ھ تا ۹۱۸ھ) نے سب سے زیادہ مدارس قائم کیے، یہ علماء کا بڑا قدردان تھا اس نے مدرسین کے علاوہ تمام نامور علماء کا دس ہزار عثمانی سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا، سلطان سلیمان (۹۲۶ھ تا ۹۷۴ھ) نے ممالک محروسہ کے دوسرے مدارس کے علاوہ خاص مکہ معظمہ میں چار بڑے مدرسے قائم کیے، اسی طرح سلطان سلیم اور سلطان مراد نے بھی مدرسے قائم کیے، ان کی تقلید میں ترکی امراء اور اعیان سلطنت کا قدم بھی پیچھے نہیں رہا، بہت سے امراء بلکہ خواتین تک نے مدرسے قائم کئے، علامہ شبلی نے اپنے مضمون مدرسے اور دارالعلوم میں ترکی حکومت کے بہت سے مدارس اور ان کے بانیوں کے نام لکھے ہیں ان میں سلاطین کے ساتھ امراء و خواتین کے نام بھی ہیں۔

ترکوں کی تعلیمی خدمات اتنی نمایاں ہیں کہ یورپین مصنفین کو بھی جن کا قلم ان کی مذمت میں بہت تیز رہتا ہے اس کا اعتراف کرنا پڑا، کریسی لکھتا ہے، "محمد ثانی کے پیش رو خصوصاً اورخان کو اسکولوں اور کالجوں کے قائم کرنے کا بہت شوق تھا لیکن محمد ان سب سے بڑھ گیا، اس نے سلسلہ علماء قائم کیا، اور سلطنت کے مفتیوں اور قاضیوں کی تعلیم و ترقی کا ضابطہ مرتب کیا، فاتح قسطنطنیہ خوب جانتا تھا کہ ایک بڑی سلطنت پیدا کرنے اور اس کو قائم رکھنے کے لیے شجاعت اور فوجی قابلیت کے علاوہ کچھ اور بھی ضروری ہے، محمد نے جو علوم میں خود بھی ممتاز حیثیت رکھتا تھا اپنی رعایا میں تعلیم پھیلانے کے لیے بڑی عالی حوصلگی سے کام لیا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا، کہ عدالت کا نظام درست رکھنے کے لیے قاضیوں کا احترام ضروری ہے، اور ان کا احترام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف علم و دیانت سے آراستہ ہوں بلکہ سلطنت کے اونچے اور معزز عہدوں پر مامور کئے جائیں اور فکر معاش کی جانب سے ان کو مطمئن کر دیا جائے" محمد نے ابتدائی مدارس کے علاوہ جو مکتب کہے جاتے تھے اور ہر شہر کے ہر محلہ اور ترکی کے تمام دیہاتوں میں موجود تھے، بہت سے بڑے بڑے مدرسے قائم کئے ان میں اس مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، صرف، نحو، منطق، مابعد الطبیعات، تاریخ، زبان، فصاحت و بلاغت، اقلیدس، ہیئت، یہ ایک ایسا نصاب تعلیم ہے جس کا موازنہ یقیناً پندرہویں صدی کے پیرس اور آکسفورڈ کے نصاب تعلیم سے کیا جاسکتا ہے، جو طلبہ ان سب مضامین میں پوری دستگاہ حاصل کرتے تھے، ان کو دانشمند کا لقب دیا جاتا تھا، دانشمند بغیر مزید تعلیم حاصل کئے کسی ابتدائی مدرسہ کی اعلیٰ مدرسی کا حقدار ہو سکتا تھا لیکن اس صورت میں وہ علماء کی جماعت کا رکن نہیں بن سکتا تھا، اور اس کو تمام اعلیٰ تعلیمی عہدوں سے محروم ہو جانا پڑتا تھا، جماعت علماء کا رکن بننے کے لئے فقہ کے ایک طویل نصاب کو پورا کرنا ضروری تھا اور یکے بعد دیگرے مختلف امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے متعدد سندیں لینا پڑتی تھیں۔

سلطان محمد کے جانشینوں نے اس کی قائم کی ہوئی مثال کے مطابق تعلیم کو پوری طرح پھیلایا، ہر سلطان ایک مسجد ضرور تعمیر کرتا اور ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کرنا لازمی تھا، اس طرح مسجدوں کی تعداد کے ساتھ مدرسوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی، لاربنٹ لکھتا ہے کہ "۱۷۷۵ء میں سلطان مصطفیٰ ثالث کے عہد حکومت میں صرف حدود قسطنطنیہ کے اندر ۲۷۵ مدرسے تھے، اور انیسویں صدی کے وسط میں سلطان عبدالمجید کے زمانہ میں یہ تعداد تین سو سے اوپر پہنچ گئی تھی اس کے زمانہ میں ہر شہر میں کم سے کم ایک مدرسہ موجود تھا، بڑے شہروں مثلاً ادرنہ، بغداد اور قاہرہ میں چالیس چالیس اور پچاس پچاس مدرسے تھے"، یہ تمام مدارس اس زمانہ کے معیار تعلیم کے مطابق قدیم طرز کے تھے مگر ان کے نصاب میں تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، ہیئت، منطق و فلسفہ بھی شامل تھے، انیسویں صدی کے آغاز تک یہ نظام تعلیم رائج رہا، سب سے پہلے سلطان عبدالمجید خاں (۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۱ء) نے اس میں تبدیلی پیدا کی، اور اس کو نئے حالات اور ضروریات کے مطابق بنایا، ترک ماہرین تعلیم کو جرمنی فرانس اور انگلستان کے نظام تعلیم کے مطالعہ کے لیے بھیجا اور اس کی روشنی میں نیا نظام تعلیم مرتب کر کے ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے اسکول اور کالج قائم کیے۔ پرانے طبقہ کی جانب سے اس کی پرزور مخالفت ہوئی، اس لئے سلطان اپنے تمام تعلیمی منصوبوں کو پورا نہ کر سکا تاہم تعلیمی نظام میں بہت سی اصلاحیں کیں، اس کے بعد سلطان عبدالحمید خاں ثانی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۱۹ء) نے ان منصوبوں کو پورا کیا اور پوری ترکی سلطنت میں نیا نظام تعلیم رائج ہو گیا، جس میں جملہ جدید علوم و فنون کی تعلیم ہوتی تھی اس طرح مشرقی ملکوں میں جدید تعلیم کی اشاعت کا سہرا ترکوں کے سر ہے۔

مسلمانوں نے جن جن ملکوں پر بھی حکومت کی سب کو تعلیم کی روشنی سے منور کر دیا مگر ان سب کی تفصیل مقصود نہیں، سرجان ولیم ڈریپر کی شہادت پر ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں وہ لکھتا ہے "غرض دنیائے اسلام میں علوم و فنون کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، منگولیا، تاتار، ایران، عراق، شام، مصر، شمالی افریقہ، مراکش، فیض اور اندلس میں کثرت سے مدرسے اور درسگاہیں موجود تھیں، دولت روما کا رتبہ باں ہمہ عظمت و جبروت اتنا نہ تھا جتنا اس عربی سلطنت کا تھا، اس عظیم الشان سلطنت کے ایک کنارے پر سمرقند کا مشہور مدرسہ اور رصدگاہ تھی، اور دوسرے کنارے پر اندلس کی مشہور رصدگاہ کا مینارہ آسمان سے باتیں کرتا تھا، مسلمانوں کی اس سرپرستی علوم و فنون کا ذکر کرتے ہوئے گبن لکھتا ہے کہ، صدیوں کے خود مختار امیر بھی علم و ہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے ان کی رقیبانہ مسابقت نے مذاق علمی کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لے کر سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لے کر فیض اور قرطبہ تک پھیلا دیا، تعلیم کے فیضان سے عوام و خواص دونوں کو یکساں بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا تھا، وزیر کا بیٹا اور ایک ادنیٰ درجہ کے موچی کا پہلو بہ پہلو بیٹھ کر استاد سے سبق لیتے تھے طالب علموں کی تعداد ایک ایک دارالعلوم میں چھ چھ ہزار تک پہونچی ہوئی تھی۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

بچوں کو سزا کیونکر؟

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

بچوں کے گروپ

عمر کے اعتبار سے بچوں کے کئی گروپ ہو سکتے ہیں لیکن ہم یہاں ان کو تین گروپوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔

۱۔ پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر سے پہلے تک۔

۲۔ سات سال کی عمر سے دس سال کی عمر سے پہلے تک۔

۳۔ دس سال کی عمر سے ۱۵ سال کی عمر سے پہلے تک۔

سرکاری قانون میں آدمی اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر میں بالغ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت میں انسان پندرہ سال ہی میں بالغ مان لیا جاتا ہے۔ اور بلوغ کے احکام اس پر لاگو ہو جاتے ہیں، اگرچہ وہ پختگی کو نہیں پہونچتا اس طرح پندرہ سال سے قبل انسان بچوں میں شمار ہوتا ہے۔ اب غور کرنا ہے کہ بچہ کو کیوں، کب اور کیسی سزا دینا چاہئے۔

سزا کا مقصد

بچہ کو سزا کیوں دی جائے یا کیوں دی جاتی ہے یہ ایک اہم مسئلہ ہے عموماً جب بچہ بڑوں کے مطالبات پورے نہیں کرتا، یا بچہ خود ایسا مطالبہ کرتا ہے یا بچہ سے ایسا فعل سرزد ہوتا ہے جو اس کے بڑوں کو پسند نہیں تو اس صورت میں بعض مربیوں کو غصہ آجاتا ہے اور بچہ کو سزا دیتے ہیں تاکہ بچہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے، کبھی یہ سزا بعض نالائق اتالیق بچہ کی اصلاح کے تصور کے بغیر صرف اپنا غصہ بجھانے کیلئے دے گزرتے ہیں، جب کہ بعض ذی علم اور تجربہ کار اتالیق غصہ اور جھنجھلاہٹ کے بغیر صرف اصلاح کی غرض سے مناسب سزا دیتے ہیں، اصل مقصود تو بچہ کی اصلاح ہے پس اس کے لئے سزا کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ ہونا چاہئے لہٰذا سزا کا مقصد صرف بچہ کی اصلاح ہے

سزا کس عمر سے ہو

بعض نا سمجھ مائیں دودھ پیتے بچہ کو بھی سزا دیتی ہیں، جب دیکھا بچہ بار بار دودھ کی خواہش کر کے رو رہا ہے تو بچہ کو جھٹک دیا، یا جھٹک کے بستر پر ڈال دیا، ڈانٹنے لگیں، بڑبڑانے لگیں مگر جس مقصد کے لئے یہ سب کیا جاتا ہے وہ تو حاصل نہیں ہوتا، البتہ بچہ کی صحت خراب ہوتی ہے، جھٹکنے سے بچہ کی کوئی ہڈی یا پٹھے متاثر ہو سکتے ہیں، غصہ گرمی اور جھنجھلاہٹ غیر شعوری طور پر بچہ کے مزاج کو متاثر کریں گے نیکی اور بدی کے ماحول کا اثر بھی بچہ قبول کرتا ہے، نیک ماں کی نیکی اور عبادت کا اثر دودھ پیتے بچے پر بھی پڑتا ہے، بلکہ اس بچہ پر بھی اثر پڑتا ہے جو ابھی شکم مادر میں ہے۔ اسی طرح حلال روزی کے اثرات بھی بچہ پر آتے ہیں، جو ماں بچہ کو دودھ پلاتے وقت خوش مطمئن اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگی، اس کا بچہ جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی پائے گا جس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں گے، اس کے برعکس جو ماں دودھ پلاتے وقت گندے خیالات میں ڈوبی ہوگی، اس کے بچہ کو جسمانی غذا کے ساتھ نفسانیت کی غذا بھی ملے گی جس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں گے۔ غرض کہ دودھ پیتے بچہ کو ڈانٹ ڈپٹ اور جھٹک دینے کی سزا اصلاح کے بجائے نقصان کا سبب بنے گی۔ لہٰذا اس سے گریز لازمی ہے۔

جب بچہ بیٹھنے اور چلنے لگتا ہے، دودھ چھوڑ کر دال، روٹی اور چاول، پھل وغیرہ کھانے لگتا اس وقت کھانے پینے میں بعض چیزوں کو پسند اور بعض چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، پھر وہ پسندیدہ چیزوں کے لئے کبھی ضد کرتا روتا اور چلاتا ہے اس وقت بعض کم عقل مائیں غصہ میں آکر تھپڑوں اور چانٹوں سے معصوم بچہ کی تواضع کرتی ہیں بعض جاہل مائیں چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھا لیتی ہیں، اور بعض غیر تربیت یافتہ گھروں میں جب ماں بچہ کو ڈانٹ رہی ہوتی ہے، تو ساتھ ساتھ گھر کی کوئی اور عورت بچے کو برا بھلا کہتی اور اس ڈانٹنے میں شریک ہو جاتی ہے۔ اور یوں کہنے لگتی ہے "ارے یہ بچہ دیکھو کیا نکلا بڑا ضدی ہے، مار کا بھوکا ہے، مارو دو تھپڑ سیدھا ہو جائے"۔

یہ ساری باتیں تربیت کے خلاف ہیں، ان باتوں سے بچہ کا جسمانی نشو و نما بھی متاثر ہوتا ہے، اور ذہنی بھی، بچہ میں چڑچڑا پن آتا ہے ایسے موقع پر بڑے صبر اور بردباری کی ضرورت ہے، ان موقعوں پر ماں یا جو بھی بچہ کی تربیت پر مقرر ہو اس کو غصہ قطعی نہ آنا چاہئے، اگر غصہ آیا تو یہ اس کی کمزوری ہے، اور وہ خود تربیت کا محتاج ہے، ایسی صورت میں تدبیریں سوچنا چاہئیں اور کسی طرح بچہ کو مطمئن کرنا چاہئے مگر اس کا خیال رہے کہ بچہ کو مطمئن کرنے کے لئے کسی طرح بھی اخلاقی یا جسمانی نقصان نہیں برداشت کرنا چاہئے۔ مثلاً بچہ ریڈیو سے میوزک والا گانا سننے کی ضد کرے تو اگر گانا سنوا کر اسے مطمئن کیا تو اخلاقی نقصان برداشت کر لیا، چاہئے کہ اس کے بدلے میں کوئی نعت وغیرہ سنوا دی جائے اور ظاہر ہے ریڈیو سننے کی فرمائش یا ضد اسی گھر کا بچہ کرے گا جس گھر میں ریڈیو ہوگا پس جو ریڈیو مہیا کرے اسے چاہئے کہ ٹیپ ریکارڈ بھی مہیا کرے اسی طرح جسمانی نقصان میں کسی نقصان دہ چیز کے کھانے کی ضد پوری کرنا ہے چاہئے کہ اس جیسی کوئی غیر مضر چیز سے بچہ کو مطمئن کرے تدبیریں سوچنے پر راہیں کھلیں گی، مگر بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بچوں کی تربیت کے اس رخ کو تقریباً نظر انداز کر دیا گیا ہے، دنیا داروں نے روحانیت اور اخلاق کو نظر انداز کیا تو دینداروں نے جسمانی اور مزاجی نشو و نما کو چھوڑا لوگوں کے کیسے کیسے قصے مشہور ہیں، کوئی ضدی لڑکا چاند کے لئے رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا تو کسی عقلمند نے آئینہ کی مدد سے اس کو مطمئن کیا، کوئی بچہ ہاتھی لینے پر اڑا ہوا تھا تو کسی کھلونے والے ہاتھی سے اس کو مطمئن کیا، اسی طرح بچہ کی ہر ضد کے علاج کے لئے، ہر غلط عادت کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچی جائیں تو ان شاء اللہ ضرور راہیں کھلیں گی، لیکن ہر ایک کے علاج کے لئے ڈنڈا سنبھال لینا درست نہیں اس سے بچہ کا نشو و نما متاثر ہوگا۔

بعض مائیں یا دوسرے مربی حضرات بچہ کو بعض چیزوں سے ڈرا کر اس کو کسی چیز سے باز رکھنا چاہتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی سزا ہے، بچہ کو کسی چیز سے ایسا ڈرانا کہ اس کے نام سے بچہ کے حواس باختہ ہونے لگیں یہ بات بھی نفسیات کے خلاف ہے، اور بچہ کے دل و دماغ کو نقصان پہونچانے والی ہے اسی طرح ایسا آزاد چھوڑ دینا کہ وہ مضر و نقصان دہ چیزوں سے اپنے تجربہ کے بنیاد پر ڈرے، یہ بات بھی بچے کے لئے خطرناک ہے۔ بلکہ چاہئے کہ اپنے تجربہ کی بنیاد پر بچے کو کسی چیز کا ہلکا تجربہ کروا کر مضر اشیاء سے ڈرایا جائے۔ مثال کے طور پر گرم چائے کی پیالی مس کر کے گرم چیزوں اور آگ وغیرہ سے ڈرایا جائے جب آپ ایک چیز کو تکلیف دہ بتائیں گے پھر اس کا معمولی تجربہ کروا کر بچہ کو یقین دلا دیں گے کہ یہ چیز تکلیف دہ ہے تو اب بچہ آپ کی دوسری باتیں بغیر تجربہ کے ماننے لگے گا، پھر آپ موذی جانوروں کو دکھا کر ان سے دور رہنے کی ہدایت کریں گے تو بچہ بخوشی ان سے بچنے لگے گا، اسی پر دوسری مضر چیزوں کو قیاس کر کے تدبیروں سے ان سے بچایا جا سکتا ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ، نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مارو۔

اس حدیث سے چار باتیں معلوم

ہوتا ہے کہ سات سال کی عمر سے بچوں کو شرعی احکام کی ترغیب دینا چاہئے وہیں یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ دس برس کی عمر سے پہلے تک حسب ضرورت تدبیروں اور حکمتوں سے ترغیب ترہیب سے تو کام لیا جانا چاہئے مگر ضرب کی سزا سے گریز کرنا چاہئے۔

موجودہ دانشوروں کا فیصلہ تو یہ ہے کہ بچوں کو کسی اسٹیج میں مار کی سزا نہ دی جائے، لیکن حدیث کے مفہوم اور پھر اپنے تجربہ کی بنیاد پر میں سزا کو بالکل اڑا دینے کا قائل نہیں

میں نے ٹرینڈ اور ان ٹرینڈ بہت سے تجربہ کار اور کامیاب مدرسین سے اس موضوع پر گفتگو کی اور خیالات کا تبادلہ کیا تو نوے فیصد کو اس پر متفق پایا کہ کئی بار تنبیہی نصائح کے مقابلے میں ایک ہلکی ضرب زیادہ موثر ہوتی ہے، برسوں کے تجربات کے بعد میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ضرب کی سزا موثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر حد سے متجاوز ہو جائے تو الٹے اثرات و نتائج بھی لاتی ہے، لیکن مار کی سزا کن اسباب کی بنا پر دی جائے یا کن ضرورتوں کے تحت دی جائے کہ اچھے نتائج برآمد ہوں اس کے لئے کوئی منظم و متعین ضابطہ بنانا ممکن نہیں، اس کا دارومدار تو تجربہ کار مربی ہی پر ہے۔ بچوں کی طبیعت و مزاج کے اعتبار سے بھی سزائیں مختلف ہو سکتی ہیں، بعض بچوں کو سزا کی قطعاً ضرورت نہیں سنجیدہ گفتگو ہی سے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور معمولی سزا بھی ان کو زبردست ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیتی ہے جس سے ان کا ذہنی ارتقاء متاثر ہوتا ہے، ایک سے زیادہ بچوں کی تربیت اگر ایک ساتھ ہو رہی ہو چاہے زیادہ بچوں والے گھروں میں، یا مدرسہ اور اس کی بورڈنگ میں تو سزا میں یکسانیت لازمی ہے، انصاف کے تقاضے سے بھی اور نفسیات کے تقاضے سے بھی خواہ بچے مختلف المزاج ہوں، ایسی صورت میں کم سے کم سزا کا تحمل کرنے والے طالب علم کا لحاظ کر کے سب کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہئے ورنہ اصلاح کے بجائے فساد پیدا ہوگا۔

جس حدیث کا مفہوم اوپر نقل کیا گیا اس میں دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر سزا کا حکم ہے۔ اس سے صراحتاً یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کسی بھی خطا پر دس سال کی عمر سے پہلے ضرب کی سزا نہ دی جائے، لیکن اس کی روشنی میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دس سال کی عمر سے پہلے بچہ کو ضرب کی سزا نہ دی جائے، البتہ ڈرایا دھمکایا جائے چھڑی مہیا کی جائے، مصنوعی غصہ سے دکھایا جائے سنجیدگی سے چھڑی ہاتھ میں بھی لی جائے مگر جمائی نہ جائے۔ البتہ دس سال کی عمر سے مار کی سزا دی جا سکتی ہے، مگر ضروری نہیں ہے، اگر دوسری تدبیروں سے اصلاح ممکن ہو تو ضرب کی سزا سے گریز کیا جائے، لیکن کن اسباب اور کن ضروریات پر کس طرح اور کتنی سزا دی جائے، ان باتوں کا تعلق جیسا کہ پہلے عرض کیا، تجربہ کار مربی کے فیصلہ سے ہے۔

دس سال سے پہلے تک کی عمر کے بچہ کو مار کی سزا دینا نامناسب ہے اور دس سال یا اس سے اوپر عمر والے بچہ کو اگر مار کی سزا کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو درجہ ذیل باتوں کا لحاظ از حد ضروری ہے۔

۱۔ مارتے وقت غصہ نہ ہو۔
۲۔ غور کر کے فیصلہ کر لیا گیا ہو کہ مارنا مفید ہوگا۔
۳۔ یہ فیصلہ بھی کر لیا گیا ہو کہ کس طرح کی اور کتنی ضربیں لگانا ہیں۔ یعنی سزا کی نوعیت اور مقدار کا فیصلہ کر لیا گیا ہو۔
۴۔ سزا سے جسم کو کوئی نقصان نہ پہونچ رہا ہو۔

(بقیہ صفحہ ۴ پر)

قصیدہ در مدح امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی:-

جلوۂ حسن ازل ہے از مکاں تا لامکاں ٭ عشق کے جذبات سے معمور ہے سارا جہاں
انتہائی روشن و تاباں ہیں اجرام فلک ٭ نور کا اک سلسلہ ہے از زمیں تا آسماں
آسمانوں سے جھکے پڑتے ہیں یوں ماہ و نجوم ٭ جیسے ان سے بھی درخشاں تر کوئی شے ہو یہاں
چل رہی ہے چار جانب یوں ہوائے عطر بیز ٭ کھول دی ہوں جیسے رضواں نے ارم کی کھڑکیاں
خوب رویان جہاں کا ہر طرف ہے یوں ہجوم ٭ جیسے خود روئے زمیں پر کھچ گئی ہو کہکشاں
بزم میں پاس ادب سے ہر بشر خاموش ہے ٭ سب کے چہروں سے مگر جوش عقیدت ہے عیاں
آگیا ہوں میں کسی قدسی کی بزم ناز میں! ٭ جانے کیوں ہوتا ہے رہ رہ کے یہی مجھ کو گماں
آخرش یہ کس کی بزم قدس ہے حیراں ہے عقل ٭ مستقل مشغول ہے جو ذکر خالق میں زباں
مخزن انوار سے اٹھتی نہیں میری نظر ٭ یا خدا میرا تصور مجھ کو لے آیا کہاں
دل ہوا جب طالب امداد خود اللہ سے ٭ تب کہیں جا کر کھلا یہ عقدۂ سر نہاں
غیب سے آنے لگی یوں اک صدائے دل نشیں ٭ آ رہی ہو دور سے جس طرح آواز اذاں!
حیرتی کیوں ہے، یہ ہے بزم علیؓ مرتضےٰ ٭ ہے مسلّم جس کی عظمت منتخب ہے جس کی شاں
گلبن باغ رسول اللہؐ کی یہ بزم ہے ٭ یہ وہ گلشن ہے جہاں آتی نہیں فصل خزاں
پھر وہ دل ہوتا نہ کیوں سرگرم مدح مرتضےٰ ٭ ہے ازل کے دن سے جو آل عبا کا مدح خواں
اے قلم لکھ، دل یہ بولا، بسم رب دو جہاں ٭ قبضۂ قدرت میں ہے جس کے مری ناچیز جاں
مرتضےٰ کی مدح سے قاصر ہے گو میری زباں ٭ پھر بھی لکھتا ہوں بتوفیق خدائے دو جہاں
مرتضےٰ وہ عم زاد سید کون و مکاں ٭ جس کی ہستی نیر تاباں سے بڑھ کر ضوفشاں
مرتضےٰ وہ ملت بیضا کا عالی پاسباں! ٭ یعنی وہ اسلام کا چوتھا امیر کارواں
مرتضےٰ یعنی وہ نور دیدۂ مومناں! ٭ مرتضےٰ وہ وجہ تسکین قلوب عارفاں!!
وہ فصاحت کا سمندر وہ بلاغت کا امام ٭ یعنی الفاظ و معانی کا وہ بحر بیکراں
مرتضےٰ یعنی نبیؐ کی پہلی ہی تبلیغ پر ٭ کلمہ پڑھنے والا وہ پہلا قریشی نوجواں
یعنی وہ جس کو لٹا کر اپنے بستر پر رسولؐ ٭ کر گئے ہجرت بحکم خالق کون و مکاں!!
مرتضےٰ وہ صاحب کردار و سیف ذوالفقار ٭ جو رہا مد مقابل پہ ہمیشہ کامراں
وہ ابو الحسنینؓ، وہ شیر خدا، زوج بتولؓ ٭ قاطع کفر و ضلالت جس کی تیغ بے اماں!
کوئی بھی غزوہ نہیں ایسا بجز جنگ تبوک ٭ نصب ہو جس میں نہ اس ضرغام داور کا نشاں
آج بھی مشہور ہے دنیا میں زور حیدری ٭ قلعۂ خیبر کا جس نے توڑا تھا باب گراں
ابن عبدود سے پوچھو اس کی بے نفسی کا حال ٭ زیر کر کے بھی علیؓ نے بخش دی تھی جس کی جاں
مرتضےٰ وہ جس کو کچھ ایسے شرف حاصل ہوئے ٭ جو نہ حاصل کر سکے اس عہد کے پیر و جواں
خود نبیؐ نے پیار سے جس کو کہا تھا بوترابؓ ٭ وہ علی مرتضےٰؓ ہی کی ہے ذات ضوفشاں
باب شہر علم فرمائیں جسے خود ہی رسولؐ!! ٭ فیض سے اس کے نہ کیوں معمور ہو سارا جہاں
ہاں وہی جس کے لیے آیا ہے "اقضاہم علیؓ" ٭ معترف اس کا نہ ہوتا کیسے آخر یہ جہاں
"انت منی" اور "انا منک" کہیں جس کو حضورؐ ٭ اس کی عظمت تک پہنچ سکتا ہے کیا اپنا گماں
جس کا چہرہ دیکھنا بھی ہو عبادت دوستو! ٭ مدح اس کی کیا کرے کیسے کرے آخر زباں
نزد موسیٰ مرتبہ حاصل تھا جو ہارون کو! ٭ تھا وہی حاصل اسے نزد رسول دو جہاں
تھا رسول اللہؐ کا وہ ایسا منظور نظر! ٭ ان کی مسجد میں اگر تھا تو فقط اس کا مکاں
جس کا بھی مولا ہوں میں مولا علیؓ بھی اس کے ہیں ٭ یہ بھی تو ہے اک ارشاد رسول دو جہاں
اک نبیؐ ہے اک ولیؓ اک آفتاب اک ماہتاب ٭ فرق یہ ہے مصطفےٰؐ و مرتضےٰؓ کے درمیاں
مرتضےٰ باغ رسالت کا اک ایسا پھول ہے ٭ آج تک خوشبو سے جس کی ہے معطر گلستاں
تذکرہ رہتا ہے اس کی عظمتوں کا آج بھی! ٭ انجمن در انجمن اور داستاں در داستاں
منتہی ہوتے ہیں اس پر ہی تو اکثر سلسلے ٭ ہے تصوف کا وہی تو اصل میں روح رواں
مرجع اہل خدا، اہل صفا، اہل ولا!! ٭ آج بھی تو ہے اسی شیر خدا کا آستاں
تا دم آخر سر مو بھی نہ حق سے وہ ہٹا ٭ گو زمانے نے لیا ہر اک قدم پر امتحاں
الغرض ثابت ہوا از روئے قرآن و حدیث ٭ ان خصائص میں نہیں کوئی حریف اس کا یہاں
ہیں عیاں یہ ساری باتیں روز روشن کی طرح ٭ ان فضائل سے تھے واقف ہیں سبھی تاریخ داں
خارجیوں کے علاوہ کون ایسا فرد ہے ٭ جو نہ اس کی مدح میں ہو رات دن رطب اللساں
پیش گوئی نبیؐ ہی کے مطابق آخرش ٭ کر دیا اس کو شہید اک خارجی نے الاماں
یا الٰہی کر عطا مجھ کو بھی سوز بوتراب ٭ اور رفاقت بھی عطا کر ان کی در باغ جناں
میرا ہر اک شعر مبنی بر حقائق ہے طفیل ٭ کچھ نہیں اس میں برائے حسن و زیب داستاں

تحریک ندوۃ العلماء کے اغراض و مقاصد

(دوسری و آخری قسط)

مولانا عبدالحق حقانی لکھتے ہیں:-

"فن تاریخ و جغرافیہ کو ہمارے بڑے قابل علماء جو جبل مؤلف اور جبل بسیط کی موشگافی میں شیخ بوعلی کے کان کاٹنے کو تیار ہیں، محض بیکار سمجھتے ہیں، جس کا نتیجہ قرآن و احادیث و فقہ پڑھاتے وقت یہ ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ فرعون اور اس کی قوم قلزم میں غرق ہوئی تھی یا رود نیل میں اور مصر قدیم، قلزم سے کس طرف ہے اور رود نیل کس طرف، اور نہ وہ کتاب الجزیہ پڑھتے وقت حدود عرب کو سمجھ سکتے ہیں، فن تاریخ سے بھی بے خبر ہیں، اسی طرح فن ادب سے ناآشنائی ان کو قرآن و احادیث کے غوامض و اسرار بلاغت نہیں سمجھنے دیتی اور نہ ان کو خود اس قدر استعداد ہوتی ہے کہ وہ قلم برداشتہ فصیح عربی میں کچھ لکھ سکیں، اسی طرح ریاضت کے فنون سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں، ادیان منسوخہ سے بھی محض ناآشنا ہوتے ہیں، انہیں نہیں معلوم کہ توریت موجودہ کیا ہے اور انجیل کیا ہے، اسی طرح باوجودیکہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں مگر ہنود کے مذہب سے محض ناآشنا الخ" (مضامین ثلاثہ ص ۲۸)

مشہور مصری فاضل مفتی محمد عبدہ کے شاگرد رشید علامہ سید رشید رضا نے اپنے فاضلانہ خطبۂ صدارت میں جو انہوں نے اجلاس ندوۃ العلماء (۱۹۱۲ء) میں دیا تھا، قدماء کے طرز تصنیف پر روشنی ڈالنے کے بعد (جس میں فن کی تحصیل و تسہیل پر زور دیا جاتا تھا) فرمایا:-

"پھر ہمتیں پست ہو گئیں اور تحقیقات کا شوق دھیما ہو گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلی کتابوں کے خلاصے لکھے جانے لگے جس میں مختلف علوم کے ضروری قواعد اور مسائل مختصر عبارت میں بیان کئے جاتے تھے اور ان کے ساتھ مثالیں اور دلیلیں درج نہیں کی جاتی تھیں، پھر اختصار کی نے یہاں تک بڑھی کہ ایک مصنف کسی علمی مسئلہ کو ایک وقت جس مختصر عبارت میں لکھتا تھا، دوسرے وقت خود اس کو نہ سمجھ سکتا تھا، اس کے بعد وہ زمانہ آیا جس میں ان خلاصوں کی شرحیں اور شرحوں کی شرحیں لکھی جانے لگیں اور رفتہ رفتہ ان شرحوں پر بھی حاشیے چڑھنے لگے، اس زمانہ میں طریقۂ تعلیم یہ نکلا کہ کسی فن کی کتاب استاد کے ہاتھ میں ہے اور شاگرد اس کے روبرو اول اس کتاب کا متن پڑھتے ہیں، پھر اس کی شرح، پھر اس کا حاشیہ، اس کے بعد استاد تقریر کرتا ہے، ان تمام کوششوں کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ ایک مختصر کتاب کی عبارت سمجھ میں آجائے اور اس عبارت کے حل کرنے کے لیے اوروں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی سمجھ لیا جائے[1]

اس کے بعد فن بلاغت و معانی و بیان کی کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"اسرار البلاغۃ شیخ عبدالقاہر جرجانی کی تصنیف ہے اور علم بیان کے مسائل اس میں بیان کئے گئے ہیں دلائل الاعجاز بھی ایک ایسی ہی کتاب علم معانی میں ہے، ان دونوں کتابوں کو دیکھ کر اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ طریقۂ تصنیف اور طریقۂ تعلیم کو زمانہ مابعد میں کس قدر تنزل ہوا ہے، یہ پہلی کتابیں ہیں جن میں فن بلاغت مستقل طور پر مدون کیا گیا ہے اور اس میں کلیہ قاعدے بیان کیے گئے ہیں یہ کتابیں ان کتابوں سے کہیں زیادہ افضل اور مفید ہیں جو ان کے بعد اور ان ہی کی مدد سے لکھی گئی ہیں، اور درس میں جاری کی گئیں مثلاً مفتاح سکاکی و مختصر علامہ تفتازانی، ان کے بعد کی کتابوں کا اثر یہ ہوا ہے کہ ممالک اسلامیہ کے مدارس میں عربی زبان کی بلاغت مردہ ہو گئی ہے، میں نے اور شیخ محمد عبدہ مرحوم نے حجاز، عراق اور قسطنطنیہ میں اسرار البلاغہ اور دلائل الاعجاز کی تلاش کرائی اور جب ان کتابوں کے نسخے مل گئے تو ان کی تصحیح کی اور ان کو چھپوایا، شیخ مرحوم نے ان کتابوں کا درس جامع ازہر میں دیا اور بہت سے طلبہ ان کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ازہر میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت از سر نو زندہ ہو گئی حالانکہ اس سے پہلے وہ مر چکی تھی۔"

مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ کے مقالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ نصاب ہمیشہ تبدل و تغیر، حذف و اضافہ کی منزلوں سے گزرتا رہا ہے، مقالہ نگار نے بڑی دیدہ وری اور ریزہ چینی کے ساتھ اس کی عہد بعہد تبدیلیوں اور ترمیم و اضافہ کی مفصل روداد پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ کس عہد میں اور کن عوامل و محرکات کے ماتحت اس میں تبدیلی کی گئی، کس زمانہ میں کس علم کا غلبہ رہا اور وہ معیار فضیلت و شرط کمال سمجھا گیا اور اس زمانہ میں کسی فن کا بڑا اجارہ رہا اس سے یہ قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوستان میں ہماری تعلیمی تحریک کے رہنما اور اسلامی علوم کے خادم و ناشر برابر زمانہ کی تبدیلیوں کا احساس اور حقیقت پسندی سے کام لیتے رہے اور وہ کبھی بھی لکیر کے فقیر نہیں بنے۔

لیکن ہندوستان کی علمی تاریخ کا ایک عجوبہ اور ذہنی و علمی نشو و ارتقاء کے لحاظ سے ایک المیہ ہے کہ جس عہد میں سب سے بڑا (سیاسی و علمی و فکری) انقلاب آیا اور جب اس نصاب کو وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، ٹھیک اسی زمانہ میں یہ وقوف و جمود کا شکار ہو گیا اور ہر طرح کی تبدیلی و ترقی کے لیے دروازے بند کر دیئے گئے۔ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی نے بڑی خوبی سے اس حقیقت کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:-

"علوم اسلامیہ کا قدیم نصاب تعلیم اس زمانہ میں تو برابر بدلتا اور زندگی کا ساتھ دیتا رہا جس میں انقلابات بہت دیر میں آتے تھے اور ان کی نوعیت میں بنیادی فرق نہیں ہوتا تھا، یہ انقلابات اشخاص اور حکمراں خاندانوں کی تبدیلی کا نام تھے، لیکن اس کے باوجود واضعین نصاب اور عالم اسلام میں علمی و تعلیمی تحریک کے رہنما برابر اپنی ذہانت و حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے رہے اور تبدیلی و اضافہ سے کام لیتے رہے لیکن جب انیسویں صدی کا وہ زمانہ آیا جس میں حکمراں خاندانوں کا نہیں بلکہ تہذیبوں اور افکار و اقدار کا انقلاب رونما ہوا اور انقلابات کی کثرت اور شدت دونوں حد سے متجاوز ہو گئیں تو یہ نصاب ایک منزل پر آکر ٹھہر گیا، اور اس نے ہر تغیر و اضافہ سے انکار کر دیا، مضامین مقررہ کتابوں اور طرز تعلیم ہر چیز میں اس روش پر اصرار کیا گیا جو ہندوستان میں بانی درس نظامی (ملا نظام الدین لکھنوی م ۱۱۶۱ھ) اور مشرق وسطی میں اٹھارویں صدی کے علماء ازہر کے زمانہ میں قائم ہو گئی تھی، فقہ و قانون اسلامی میں توسیع و اضافہ ان مسائل میں (جو جدید اکتشافات، نئی اقتصادیات اور نئی تنظیمات نے پیدا کر دیئے تھے) اجتہاد سے کام لینا چھوڑ دیا گیا، اجتہاد جو اپنے اعلیٰ نازک اور نہایت ضروری شرائط[1] کے ساتھ بہر حال علماء اسلام کا فریضہ اور بدلے ہوئے زمانہ کی رہنمائی کا ذریعہ تھا عملاً معطل و مسدود ہو گیا اور ایک معاصر عرب[2] عالم کے بلیغ الفاظ میں "علماء کے نزدیک اس دروازہ کو کھولنا تو (شرعاً) ممنوع نہیں تھا مگر جس کنجی سے وہ کھل سکتا تھا وہ عرصہ سے گم شدہ تھی"۔

اسلامی علوم، معارف قرآنی اور شریعت اسلامی کے لیے جس طاقتور موثر و دلپذیر و دلنشیں، تعبیر و تشریح اور اس کے لیے زبان و ادب کے اس نئے دور میں جس اسلوب اور پیرایۂ بیان کی ضرورت تھی وہ اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور تھا ایسے علماء خال خال پائے جاتے تھے، جو ان دینی حقائق کی ابدیت، زندگی کی صلاحیت اور اسلام کی فوقیت و برتری کا نقش، جدید طبقہ کے دل و دماغ پر قائم کر سکیں اور اپنی بھرپور علمی تنقیدوں اور ماہرانہ تحلیل و تجزیے سے تہذیب جدید کے طلسم کو توڑ سکیں[3]۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں ہندوستان کا نصاب درس ذہنی و علمی انحطاط کا شکار ہو چکا تھا، درس نظامی میں عرصہ تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور جب تبدیلی ہوتی تو بغیر کسی غور و فکر کے، جن کتابوں کا اضافہ کیا گیا، وہ شروح و حواشی پر مشتمل تھیں، تصنیف و تالیف اور تحقیق کے میدان میں شروح و حواشی کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہو رہا تھا "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف منطق کی شروح و حواشی کی تعداد ۱۱۱ تک پہونچتی ہے جن میں ۲۷ کتابیں سلم کی شرح میں لکھی گئیں۔

اس نصاب سے طلبہ میں کسی فن میں کمال تو نہیں پیدا ہوتا البتہ احتمال آفرینی کی عادت پڑ جاتی ہے، رہ گئی حدیث تو اس کی کتابیں ہر مدرسہ میں رائج نہ تھیں

---

[1] خطبۂ صدارت علامہ سید رشید رضا در اجلاس سوم ندوۃ العلماء ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۰۔۲۱

---

[1] جن کی تفصیل کتب اصول فقہ میں ہے۔
[2] استاد مصطفیٰ الزرقاء استاد فقہ اسلامی جامعہ دمشق و سابق وزیر قانون حکومت شام۔
[3] اسلامیت و مغربیت کی کشمکش، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، [illegible]

بعض اہل شوق اس کے لیے سفر کرتے اور جہاں یہ متاع گراں مایہ ملتی حاصل کرتے لیکن بالعموم سب طلباء کو اس حصول میں جو دشواری تھی وہ ظاہر ہے مولانا شبلی نعمانی نے قدیم عربی نصاب کے نقائص پر ایک بسیط مقالہ ندوۃ العلماء کے اجلاس سالانہ ۱۸۹۴ء میں پڑھا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں :-

" ایک نقص یہ ہے کہ منطق کی کتابیں جو درس میں داخل ہیں ان میں خلط مبحث ہے، ملاحسن قاضی ہیں تو منطق میں لیکن ان میں منطق کے جس قدر مسائل ہیں کہیں زیادہ امور عامہ اور فلسفہ کے مسائل ہیں اس نصاب میں ادب وعربیت کا حصہ بہت کم ہے، ایک طالب علم ادب سرے سے نہ پڑھا ہو عربی زبان میں دو سطریں نہ لکھ سکتا ہو، قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو بیان نہ کر سکتا ہو تو اس کے چہرۂ کمال پر کوئی داغ نہیں، حالانکہ ادب وعربیت کے بغیر تفسیر وحدیث کسی میں کمال پیدا نہیں ہو سکتا، اس بنا پر ادب سے بے اعتنائی علوم دینیہ سے بے اعتنائی ہے۔"

عربی زبان کے ساتھ تاریخی آثار اور مردہ زبان کا معاملہ تھا، حالانکہ یہ ایک ایسی زندہ جاوید، تندخیز اور ترقی یافتہ اور ترقی پذیر زبان ہے، جس میں اسلامی علوم کے علاوہ شعر وادب، تاریخ وفلسفہ اور تصوف کے بیش بہا خزانے اور انسانی ذہانت کے یادگار نمونے پوشیدہ ہیں، درس نظامی میں عربی زبان وادب کے پورے سرمایہ میں سے جو کتابیں انتخاب کی گئی ہیں ان میں سر فہرست مقامات حریری ہے اس کتاب نے اپنی مسجع عبارتوں، پیچیدہ ترکیبوں اور مشکل وثقیل الفاظ کی وجہ سے مدرسین وطلباء میں عربیت کا صحیح ذوق پیدا نہ ہونے دیا، نفحۃ الیمن ادبی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے کوئی بلند نمونہ نہیں، اہل نظر جانتے ہیں کہ ادبی ذوق پیدا کرنے اور تحریر وتقریر کی مشق کے لیے نظم کی افادیت ہر زبان میں کم رہی ہے، اور انشاء وادب کی تعلیم کے لیے ہمیشہ نثر کو مفید سمجھا گیا ہے، عربی زبان کے مشہور ادیب اور انشاء پرداز مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :-

" تحریر وتقریر کی مشق عربی میں ترجمانی اور اظہار مافی الضمیر میں جو چیز مفید ہے، وہ نثر ہے نہ کہ نظم، نظم پابہ زنجیر ہوتی ہے اور مقید، اگرچہ نثر بھی ہمارے یہاں نظم سے کچھ کم نہیں ہے اس لیے کہ اس میں جو قافیہ بندی اور تکلف وصنعت داخل ہوگئی ہے اس نے ادب کو بھی نظری علوم کی طرح بنا دیا ہے جو پڑھائے جاتے ہیں لیکن برتے نہیں جاتے۔"

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ :-

" ایک بہت بڑا اور سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ موجودہ نصاب میں قرآن مجید کے ساتھ بہت کم اعتنا کی گئی ہے اور تفسیر وملحقات تفسیر کی بہت کم کتابیں رکھی گئی ہیں کل دو کتابیں تفسیر میں داخل ہیں، بیضاوی اور جلالین شریف بیضاوی کے صرف ڈھائی پارے پڑھائے جاتے ہیں، اور جلالین پوری پوری پڑھائی جاتی ہے، لیکن اس کے اقتصار کا یہ حال ہے کہ الفاظ وحروف قرآن مجید کے الفاظ وحروف کے برابر ہیں، قرآن مجید کے ساتھ خصوصی اعتناء بہت درکار ہے۔"

ایک اور نقص طریقۂ تعلیم میں یہ ہے کہ قدیم علم کلام جو فلسفۂ یونان کے مقابلے میں ایجاد ہوا تھا، بغیر کسی اضافہ اور ترمیم کے درس میں داخل ہے، اس نصاب تعلیم میں ایک خاص نقص یہ ہے کہ وہ ایک خاص سلسلہ پر محدود ہے، قدیم زمانہ میں بہت سے لوگ صرف ایک یا دو فن تحصیل کرتے تھے اور تحصیل کا تمام زمانہ اسی خاص فن میں صرف کر دیتے تھے، بہت سے اہل کمال اسی طرز کے تعلیم یافتہ ہیں، اور درحقیقت یہ درس ایک خاص فن میں کمال پیدا کرنے کے لیے نہایت مفید تھا، آج یہ طریقہ بالکل متروک ہے، اور اہل فن کے نہ پیدا ہونے کا یہ بھی ایک بڑا سبب ہے۔

اصول فقہ کی تعلیم کا مقصد شریعت میں رسوخ تھا، مگر نہ اجتہاد رہا نہ شریعت، علم بلاغت کی تعلیم کلام میں زور فصاحت وبلاغت کے لیے دی جاتی ہے، اب وہ عجمی مضمونوں کی بازی گاہ ہے جو استاد بلاغت کی سب سے بڑی کتاب کا درس دیتے تھے وہ خود خط نہیں لکھ سکتے تھے ایک استاد کی شہرت کی بنیاد یہ تھی کہ وہ کتابوں کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے، فقروں کی ترکیب کر سکتے تھے اشتباہات پیدا کرنے میں انہیں کمال حاصل تھا وہ آسان کو پیچیدہ اور صاف کو مبہم بنا دیتے تھے، ایک استاد کی شہرت ان کی دینداری اور تنگ نظری کے سبب تھی وہ معمولی سبب پر لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا کرتے تھے اس تعلیم کا مدار لفظی بحث پر

تھا، طالب علم میں بحث وحجت کی صلاحیت پیدا ہوتی تھی، احتمال آفرینی کی عادت پڑ جاتی تھی، بقول شیخ محمد عبدہ ایک طالب علم تحصیل علم سے فارغ ہو کر بعض کتابیں سمجھ سکتا تھا لیکن وہ دنیا کے معاملہ کے بارے میں نابلد ہوتا، وہ جغرافیہ وتاریخ، علوم طبعی، کیمیا اور ریاضی سے کورا ہوتا۔

بقیہ : حاجی علاء الدین مرحوم

اشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے اور اپنے حلقے میں اسکو پہونچانے کے لئے حتی الوسع اپنے وسائل کو کام میں لاتے تھے۔ حاجی صاحب کے انتقال کی خبر تمام ملی حلقوں میں بڑے رنج کے ساتھ سنی گئی اور ان کے لئے ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی گئی۔ ندوہ اور اہل ندوہ سے ان کے خصوصی تعلق سے خراج کے طور پر ندوہ میں جلسہ تعزیت ہوا جس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے آپ کی زندگی پر روشنی ڈالی اور آپکے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔

حاجی صاحب کی ان کے علاوہ ایک خصوصیت اور تھی وہ یہ کہ وہ اپنے دور کے اکثر وبیشتر بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے اور اسی تعلق کو وہ اپنے لئے باعث شرف سمجھتے تھے اور اس تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے اسفار میں ان سے ملاقات کا ضرور پروگرام رکھتے تھے اور ان سے قریب رہنے کے جو وسائل بھی ہو سکتے تھے وہ اس کو بدستور قائم رکھے ہوئے تھے۔

حاجی صاحب کی ان ہی خصوصیات کی وجہ سے ان کو مقبولیت عام کا درجہ حاصل تھا وہ خاص وعام، عالم وغیر عالم سب کے کام آتے تھے، اور ان کی دوکان جس پر وہ آخر عمر میں خرابی صحت کی وجہ سے بہت کم پہونچ پاتے تھے مرجع خاص وعام تھی، عام دنوں کے علاوہ رمضان کا حال پوچھنا ہی کیا، ان کی زندگی کے مقاصد میں یہ چیزیں شامل تھیں تبلیغ کے کام میں لگ جانا، مدارس کے کام میں دلچسپی میں لینا، قومی اور ملی کاموں میں تعاون ومدد دینا،

حاجی صاحب کی انتقال کے وقت تقریباً ۸۰ سال کی عمر تھی ان کے پسماندگان میں تین نرینہ اولاد عباس یسین، عبداللہ ندوی اور لڑکیاں ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور حاجی صاحب نے جس طرز پر زندگی گذاردی اس کو یہ لوگ آگے بڑھائیں، آخر میں ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی بیش از بیش رحمت ومغفرت سے نوازے آمین۔

عصر جدید کے مادہ پرستانہ چیلنج کے جواب میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی

فکر انگیز تصنیفات

	قیمت		قیمت
۱- تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء	۲۵/ روپیہ	۷- سپریم کورٹ کا فیصلہ (اردو)	۱۰/- روپیہ
۲- اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں۔	۱۸/- "	۸- " " " (انگریزی)	۱۲/- "
۳- قرآن مجید اور دنیائے حیوانات	۱۲/- "	۹- اسلام میں زکاۃ کا نظام۔	۳/- "
۴- اسلام اور جدید سائنس	۱۸/- "	۱۰- جہیز کی شرعی حیثیت۔	۱/- "
۵- اسلام اور عصر حاضر	۱۲/- "	۱۱- آسان عربی زبان (دو حصے)	۹/- "
۶- شریعت اسلامیہ کی جنگ۔	۱۸/- "		

شائع کردہ

فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۱۶۵ داسرہلی بنگلور

165, DOSAR HALLI, BANGALORE-57

نوٹ: ۳۹/- روپیہ یا اس سے زائد قیمت کی کتابوں کی خریدی کے لئے پیشگی رقم آنے پر محصول ڈاک بذریعہ رجسٹری معاف۔

ہماری مطبوعات: مکتبہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ دلی میں کتب خانہ رشیدیہ وعزیزیہ اور بمبئی میں۔ شرف الدین اینڈ سنز، محمد علی روڈ سے بھی طلب کی جاسکتی ہیں۔

عالم اسلام

افغانستان میں ۴۰ ہزار روسی فوجی ہلاک اور ۶۰ ہزار زخمی ہوئے

اس جنگ میں ۳۶ لاکھ ۸۰ ہزار روسی فوجی ملوث رہے سوویت فوجیں تین ہزار باسٹھ ویں روز واپس جا رہی ہیں

افغانستان سے روس کی فوجیں ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو مداخلت کے ٹھیک تین ہزار باسٹھ ویں روز بعد اتوار ۱۵ مئی کو واپس نکلنا شروع ہوگئیں اب تک ایک دعوے کے مطابق اٹھارہ لاکھ چالیس ہزار اور دوسرے دعوے کے مطابق ۳۶ لاکھ ۸۰ ہزار فوجی اس جنگ میں ملوث رہے ہیں۔ روسی ذرائع کے مطابق افغانستان میں روس کی ایک لاکھ پندرہ ہزار اور مجاہدین کے ذرائع کے مطابق دو لاکھ ۳۰ ہزار فوجی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ ان فوجی دستوں کو معمول کے تبادلے کے تحت زیادہ سے زیادہ چھ ماہ افغانستان میں رکھ کر روس کے تازہ دم دستوں سے بدل دیا جاتا ہے اور یوں روسی فوج کی بڑی تعداد اس جنگ میں ملوث رہی ہے۔ مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے روسی فوجی قیدیوں کے مطابق روس میں میٹرک پاس نوجوانوں کو جبری طور سے بھرتی کر کے تھوڑے عرصے کی تربیت کے بعد افغانستان بھیجا جاتا ہے اور اسی طرح فوجی کمی پوری کی جاتی ہے افغانستان میں روس کی مقبوضہ وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستوں سے تعلق رکھنے والے فوجی جو ابتداء میں بھیجے گئے تھے افغان مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے تھے اور انہیں اسلحہ فراہم کرتے تھے جس کے بعد روس نے ان کی افغانستان منتقلی بند کی اور خالص روسیوں سے جنگ جاری رکھی اور اس مقصد کے لئے اسکولوں کے ۱۵ سے بیس سال تک کے عمر کے نوجوان

محمود الازہار ندوی

جنگ میں جھونک دیئے تقریباً ۸ سال پانچ ماہ کی اس جنگ کے دوران مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے روسی فوجیوں کے بارے میں متضاد خبریں ملی ہیں۔ روسی ذرائع ابلاغ ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۲ ہزار اور زخمیوں کی تعداد ۶۰ ہزار تک بیان کرتے ہیں جبکہ مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق چالیس ہزار سے زیادہ روسی ہلاک اور ۶۰ ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے افغان مجاہدین کے دعوؤں کے مطابق اس جنگ میں ایک سے لے کر ڈیڑھ لاکھ تک روسی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں روس سے موصولہ اطلاعات کے مطابق افغان جنگ میں شرکت کر کے واپس روس لوٹنے والے روسیوں کو معاشرے میں ایک الگ مقام حاصل ہے اور انہیں " افغانسکی " کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان میں کئی جگہوں میں ان لوگوں نے افغانوں سے متاثر ہو کر اپنی انجمنیں قائم کردی ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں یہ لوگ افغان مجاہدین کی نقل کرتے ہوئے رشوت خور اور بدعنوان سرکاری اہلکاروں کے خلاف ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے انتہائی چھوٹے پیمانہ پر چھاپہ مار کارروائیاں کرتے رہتے ہیں جبکہ روس کی بری اور بحری فوجی افواج کے سیاسی شعبہ کے سربراہ جنرل الیکسی لیزیچیف نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ ماہ کے خاتمہ تک افغانستان میں ۱۳۳۱۰ روسی فوجی ہلاک اور ۳۵۴۷۸ زخمی ہو چکے تھے۔ ان کے علاوہ ۳۱۱ فوجی لاپتہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ۲۵ مئی تک ۹ ہزار دوسو روسی فوجی افغانستان سے واپس آ چکے تھے اور ایک ہزار اور ۶۰ ہیلی کوپٹر بھی افغانستان سے روس منتقل کئے جا چکے تھے۔ اسی دوران روس کے نائب وزیر دفاع اوّل نے کہا ہے کہ روس نے ایک لاکھ ۳ ہزار فوجی افغانستان بھیجے تھے۔

۳۰ برس میں امریکی مسلمانوں کی تعداد یہودیوں سے بڑھ جائے گی

توقع ہے کہ آئندہ ۳۰ برسوں میں امریکی مسلمان تعداد کے اعتبار سے امریکی یہودیوں پر سبقت لے جائیں گے اس طرح وہ امریکہ کی دوسری بڑی مذہبی برادری بن جائیں گے۔

فلسطینیوں کی حمایت میں اسرائیلیوں کا مظاہرہ

مقبوضہ بیت المقدس (ریڈیو رپورٹ) امن کی ایک تحریک کے کوئی دو ہزار اسرائیلی ارکان نے مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے لئے ہفتے کو پہلی بار مظاہرہ کیا اس اجتماع میں مقررین نے گروپ کو مقامی فلسطینیوں سے ملنے سے منع کرنے اور اسے نابلوس شہر کے قریب ایک فوجی کیمپ کے باہر ایک میدان سے آگے جانے سے روکنے پر اسرائیلی فوج کی مذمت کی اس دوران اسرائیلی حکام نے مقبوضہ مغربی کنارے کے عرب صحافیوں کی انجمن کے صدر کو رہا کر دیا ہے انہیں ۹ دسمبر کو گرفتار کیا گیا تھا۔

افغانستان میں روسی فوج کی ناکامی اور واپسی سے مجاہدین کی پوزیشن مضبوط ہوگئی ہے۔ امریکی اخبارات

افغانستان سے سوویت فوجوں کے انخلاء کی رفتار پر امریکی اخبارات نے خصوصی رپورٹیں شائع کی ہیں۔ اخبار نیویارک ٹائمز نے کابل سے اپنے نامہ نگار کی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ افغانستان میں سوویت فوج کی ناکامی اور واپسی کے بعد مجاہدین کی پوزیشن جنہیں امریکہ سے کم از کم ۲ ارب ڈالر کی امداد مل چکی ہے مضبوط ہوگئی ہے اور وہ ماسکو کی پروردہ حکومت کا تختہ الٹنے کا عزم رکھتے ہیں اخبار کے مطابق سوویت ٹیلی ویژن پر انخلاء کی جھلکیاں مسلسل دکھائی گئیں۔ ایک سوویت نامہ نگار نے کہا کہ جلال آباد سے کابل جانے والے فوجی قافلے پر فائرنگ ہوئی لیکن اس نے کوئی تفصیل نہیں بتائی۔ اخبار واشنگٹن پوسٹ کے نامہ نگار کی رپورٹ کے مطابق جب فوجی قافلہ کابل پہنچا تو ایک نوجوان روسی فوجی سے افغانستان کے بارے میں اس کا تاثر پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ یہ ایک خوبصورت لیکن ہولناک جگہ ہے۔ آذربائیجان کے ایک جواں سال فوجی نے کہا کہ میں واپس جاتے ہوئے بہت خوش ہوں۔ میری ماں میرا انتظار کر رہی۔ اسی اخبار کے ایک اور نامہ نگار نے ماسکو سے خبر دی ہے کہ اتوار کو انخلاء کے موقع پر اخبار "پراودا" نے صفحہ اول پر سوویت قیادت کا ایک پیغام شائع کیا جس میں روسی فوجیوں کو اپنا جائز اور نیک مشن مکمل کرنے پر شاباش دی گئی ہے۔

روس میں پہلی بار آزاد سیاسی جماعت کا اجلاس منعقد کرنے کی کوشش پر ۱۴ افراد جیل بھیج دیئے گئے۔

سوویت یونین میں پہلی بار ایک آزاد سیاسی جماعت کا اجلاس منعقد کرنے کی کوشش کرنے والے ساٹھ افراد میں سے ۱۴ کو جیل بھیج دیا گیا ہے، جبکہ ماسکو کے باہر سے آنے والے گیارہ افراد کو شہر بدر کر دیا گیا ہے۔ جیل جانے والوں میں سوویت حکومت کے مخالف اخبار " گلاس ناسٹ " کا ایڈیٹر سرجی گریگوریانٹس بھی شامل ہے جسے پیر سے سات دن کی قید کی سزا دی گئی ہے تاہم باقی گرفتار شدگان کی سزا کی مدت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کے علاوہ اتوار کے چھاپہ میں گرفتار ہونے والے باقی افراد کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ یہ افراد ماسکو سے ۲۵ میل دور کراٹو شہر میں اخبار کے ایڈیٹر کے گھر پر جمع ہو کر آزاد سیاسی جماعت ڈیموکریٹک یونین کا اجلاس کرنا چاہتے تھے۔ جو اسٹالن کے دور کے بعد سے سوویت یونین میں پہلی ایسی جماعت ہے جس کا حکمران سوویت کمیونسٹ پارٹی سے

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ادھر سرکاری خبر رساں ایجنسی تاس نے نئی سیاسی جماعت بنانے والوں کو مصدقہ جھوٹے اور سماج دشمن قرار دیا ہے۔ جو دیانتدار لوگوں کو گمراہ کرنے وسیع النظری کے پروگرام کو ناکام بنانا چاہیئے۔

آذر بائیجان میں ہنگامہ آرائی کے الزام میں گرفتار ۸۰ باشندوں کے خلاف مقدمے کا آغاز

آذر بائیجان کے قصبے سمارپٹ کے ہنگاموں میں حصہ لینے والے افراد کے خلاف مقدمے کا آغاز ہو گیا ہے فروری کے آخر میں ہونے والے ان ہنگاموں کے دوران ۳۲ آرمینائی اور آذر بائیجانی باشندے ہلاک ہو گئے تھے بڑی مقدار میں سرکاری اور نجی املاک کا نقصان ہوا تھا پراودا کے مطابق ہنگامہ آرائی کے الزام میں ۸۰ افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔

۲ مسلمان روس کے نائب صدر مقرر

ازبکستان کے مسٹر حبیب اللہ لتھوانیا کے مسٹر استراسکاس اور خازخستان کے مسٹر کمال الدین کو روس کا نائب صدر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ تینوں اپنی اپنی جمہوریتوں کے صدر ہیں۔ ان کو ازبکستان کے مسٹر رفیق نشانوف، لتھوانیا کے مسٹر سونگالیا اور خازخستان کے مسٹر سلامت کی جگہ مقرر کیا گیا ہے۔ مسٹر سلامت ریٹائر ہو گئے ہیں جبکہ مسٹر رفیق اور مسٹر سونگالیا کو ان کی جمہوریتوں کی کمیونسٹ پارٹی کا سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

مکہ اور مدینہ میں سعودی فوج متعین حج کے دوران کسی بھی صورتحال سے نمٹنے سخت اقدامات نگراں کار آلات نصب۔

ابو ظہبی ۲۲ مئی (یو۔ این۔ آئی)

سعودی عرب نے حج کے دوران کسی بھی ناخوشگوار واقعہ کو روکنے کے لئے مقدس شہروں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اپنی سیکورٹی فورس کو متعین کر دیا ہے اور حفاظتی انتظامات کو کافی سخت کر دیا ہے۔ گذشتہ سال کے پرتشدد اور بدبختانہ واقعات کے اعادہ کو روکنے کے لئے سعودی حکومت نے جو تیاریاں کی ہیں ان میں بڑے پیمانے پر تشدد اور گڑبڑ کو روکنے والے عصری آلات کا حصول عازمین حج کی تمام گزرگاہوں پر نگرانی کرنے والے آلات کی تنصیب بھی شامل ہیں جن کی مدد سے سیکورٹی فورس کو گڑبڑ کا فوراً پتہ چل جائے گا اور انسدادی اقدامات کر سکیں۔ ایک سلسلہ کے طور پر سعودی عرب نے ایران کے عازمین حج کی تعداد کم کر دینے کا فیصلہ کیا تھا اور جب ایران نے گذشتہ سال کی طرح اب کی بار بھی ڈیڑھ لاکھ عازمین حج روانہ کرنے پر اصرار کیا اور کہا کہ عازمین حج مکہ میں سیاسی مظاہرون کا حق رکھتے ہیں تو اس نے گذشتہ ماہ ایرانی کے سفارتی تعلقات توڑ لئے یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ کتنے سعودی سیکورٹی گارڈز کو ان مقامات مقدسہ پر متعین کیا گیا ہے لیکن سفارتی ذرائع کے مطابق ان کی تعداد ہزاروں میں ہے ان کے علاوہ مزید ایسے پولیس والوں کو بھی متعین کیا جائیگا جو سادہ لباس میں ملبوس ہوں گے۔ اور عازمین حج میں مل کر گڑبڑ کرنے والوں پر نظر رکھیں گے ہر سال فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے دنیا بھر سے دس لاکھ سے زائد مسلمان حج کے موقعہ پر یہاں جمع ہوتے ہیں

آسٹریا کی نمائش میں ۱۲ سو سال قدیم عربی اور اسلامی مخطوطات

آسٹریا میں جاری نمائش میں آٹھویں صدی عیسوی سے آج تک کے عربی اور اسلامی مخطوطات رکھے گئے یہ نمائش ۱۶ر اکتوبر تک جاری رہے گی۔ آسٹریا کے قومی کتب خانہ نے اس نمائش کا انتظام کیا ہے۔ اس میں عربی اور اسلامی ۲ سو مخطوطات پیش کئے گئے ہیں۔ جبکہ اس کتب خانہ میں ایک ہزار ۶ سو مخطوطات موجود ہیں۔ یہ کتب خانہ یورپ کے بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے جس میں قدیم وجدید عربی اور اسلامی مخطوطات شامل ہیں۔

آسٹریا کے مشہور و معروف پروفیسر آوقومازان نے ڈاکٹر طریف السمان کی مدد سے اس نمائش کی نگرانی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ ڈاکٹر طریف اسلامی و عربی مخطوطات کے بارے میں کافی معلومات رکھتے ہیں۔

اس نمائش میں رکھے گئے مخطوطات ان تمام علم و معارف پر مشتمل ہیں۔ جو عربی اور اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہی وہ علوم و معارف ہیں جو ترجمہ ہو کر یورپ پہونچے جس پر یورپین تہذیب کی بنیاد قائم ہوگی۔

ان میں خاص طور پر قرآن کریم کے نسخے اسلام، فلسفہ، ریاضی، فلکیات طبعی علم، جغرافیہ تاریخ، ادب، موسیقی اور فن خوشنویسی وطباعت سے متعلق مخطوطات کو بہت ہی سلیقہ سے پیش کیا گیا ہے۔

ایران سے اس سال عازمین حج مکہ نہیں جائیں گے۔ نیشنل اسمبلی کے نائب صدر مہدی کروبی کا اعلان

ایرانی ذرائع نے بتایا ہے کہ اس سال وہ اپنے عازمین حج کو مکہ معظمہ نہیں بھیجے گا۔

ایرانی نیشنل اسمبلی کے وائس پریسیڈنٹ مسٹر مہدی کروبی نے تہران ٹائمز کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے بیان کی صورت میں بتایا کہ ایران اس سال جولائی میں اپنے حاجیوں کو مکہ کے شہر مقدس میں سعودی حکومت کی غداری کی وجہ سے نہیں بھیجے گا۔

مسٹر کروبی نے سعودی عرب حکومت پر الزام لگایا ہے کہ اس نے ایرانی حجاج کی تعداد محدود کر کے ۴۵ ہزار کر دی ہے اور پھر انہیں مکہ میں امریکہ کے خلاف مظاہرہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے گذشتہ سال ایرانی حجاج اور سعودی عرب کے حفاظتی دستوں میں تصادم کی وجہ سے ۴۰۲ افراد ہلاک ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب سے کہا گیا ہے کہ وہ ایک لاکھ پچاس ہزار ایرانی حاجیوں کو آنے کی اجازت دے اگر یہ درخواست قبول نہ کی گئی تو ایران اس سال اپنے حاجی نہیں بھیجے گا۔

دلکش خوشبو دلدار کیلئے

عطر مجموعہ 726 عطر مجموعہ 96

نقلی مال سے ہوشیار

عطر مجموعہ ۹۶ خریدتے وقت ہر شیشی پر ہمارا رجسٹرڈ ٹریڈ مارک نمبر 221462 ضرور دیکھ لیں۔

NE FOR QUALITY

Manufacturer:
M/s NEMAT ENTERPRISES
DEVKARAN MANSION, 2nd FLOOR, 43, PRINCESS STREET
BOMBAY-400 002. Telephone: 319816-893730
Stockist for Bombay:
M/s PERFUME CENTRE
94. C, MOHAMMADALI ROAD,
NEAR CRAWFORD MARKET, BOMBAY-400 003
Telephone: 344982-343049

PREMIER ADVERTISERS

سوال و جواب

• — محمد طارق ندوی

سوال: بہت سے لوگ قبرستان میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں ان کا یہ طرز شرعاً کیسا ہے۔؟

جواب: قبرستان میں گپ شپ باتیں کرنا درست نہیں، بلکہ موت کو یاد کرنا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ ایک نہ ایک دن سب کا یہی انجام ہونا ہے۔

سوال: کیا وہ لباس جو حرام مال سے بنایا گیا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے؟

جواب: ہاں حرام مال سے بنائے گئے لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا، اور نہ روزہ جس نے چادر یا کرتا حرام کمائی کا پہن رکھا ہو جب تک اسے ہٹا نہ دے۔

سوال: ایسے سامان کا بیچنا جس سے جرائم کو بڑھاوا ملتا ہے شرعاً کیسا ہے۔؟

جواب: فحش ناولیں، عریاں تصویریں، اخلاق بگاڑنے والی ایسی کتابیں جن سے زنا، شراب، اور سود لینے کی طرف رغبت ہوتی ہو، ان سب کا بیچنا اور خریدنا حرام ہے۔

سوال: کیا مال خریدتے وقت خریدار کو بائع سے پوچھنا چاہیے کہ تم نے یہ مال کس ذریعہ سے کمایا ہے؟

جواب: خریدار کا مال والے سے یہ پوچھنا ضروری نہیں ہے کہ تم نے یہ چیز حلال ذریعہ سے کمائی ہے یا حرام ذریعہ سے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ چوری یا دھوکے فریب سے چیزیں حاصل کرتا ہے تو انہیں خریدنے میں پرہیز کرنا چاہیئے

سوال: کتا پالنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: کتا پالنا شوق و تفریح کے لئے حرام ہے، البتہ اگر کھیتی، مکان یا جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے پالا جائے تو اس کی اجازت دی گئی ہے، مگر حتی الامکان گھر کے اندر نہ جانے دینا چاہیئے۔

سوال: مہر مثل کسے کہتے ہیں اور اس سے کیا مراد ہے۔

جواب: مہر مثل سے مراد مہر کی وہ مقدار ہے جو عام طور پر اس کے کنبے اور خاندان میں مقرر ہوتی ہو یعنی ددھیال میں ننھیال میں نہیں، مثال کے طور پر پھوپھی سگی بہن یا چچازاد بہن، ددھیال کی دوسری بیٹیاں۔ اگر ماں اور خالہ باپ کے خاندان کی ہوں تو ان کے مہر کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ کسی لڑکی کا مہر مثل اس عورت کے مہر سے متعین کیا جائے گا، جو صورت، سیرت، علم و سلیقہ اور دینداری میں اس کے قریب قریب ہو، اگر قریبی رشتہ داروں میں کوئی لڑکی ان صفات کی نہیں ہو تو دور کے رشتہ داروں میں جو لڑکی اس کے جیسے صفات کی ہوگی اس کا مہر مثل قرار پائے گا۔

سوال: کیا کسی چیز کو نیلام کر کے بیچ سکتے ہیں؟

جواب: ہاں چیزوں کو نیلام کر کے بیچنا جائز ہے۔ یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

سوال: اگر تیل، گھی ناپاک ہو جائے تو اسے بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تیل یا گھی وغیرہ ناپاک ہو جائے تو اسے خریدار کو بتا کر بیچ دینا جائز ہے تاکہ وہ اسے کھانے میں استعمال نہ کرے اور دوسرے کام میں لائے۔

سوال: شیر کی کھال استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: شیر کی کھال کو دباغت دے کر استعمال کر سکتے ہیں۔

سوال: پڑوسی میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا انتظام کرتے ہیں ان کا یہ عمل کیسا ہے۔؟

جواب: یہ مستحب ہے کہ پڑوسی اہل میت کیلئے کھانے کا انتظام کر دیں

بقیہ: اسلامی حکومتوں کی.....

جن کی جماعتوں کو ....

مختلف اوقات میں تعلیم دیجاتی تھی، نادار طلبہ کے لیے معقول وظائف مقرر تھے اور اساتذہ کو بیش قرار تنخواہیں ملتی تھیں ہر شہر میں عربی زبان کی نادر تصنیفات کے نقل اور جمع کرنے کے لیے طالبان علم کا شوق اور اہل دولت کی دولت ہر وقت سرگرمی سے مصروف تھی۔

ان مدارس و مکاتب کی نگرانی فراخ حوصلگی سے بعض نسطوریوں اور یہودیوں کے بھی سپرد کی جاتی تھی، کسی شخص کو کسی بڑی خدمت پر مامور کرتے وقت حکومت کو یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے عقائد کیا ہیں بلکہ محض علمی قابلیت کا لحاظ کیا جاتا تھا۔

بقیہ: مدرسے کا مقصد

طور و طریق، رہن سہن سب خالص اسلامی ہو، تمہارا مظہر بھی اسی راستہ کے پیشواؤں کے مطابق ہو۔ مجھے خدا کی قسم تمہارے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہیں کہ تم یہاں سے جانے کے بعد فقر سے دوچار ہوگے، خطرہ جو ہے وہ صرف اس بات سے ہے کہیں اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری سے جو اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرما رہا ہے تم پر ادبار نہ آجائے اور اگر تم نے شکر ادا کیا تو اس نعمت کے شکر کے عوض تمہاری استعداد کہیں زیادہ بڑھ جائیگی لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ٥

لیکن جب تک تم اپنے اندر جوہر ذاتی نہ پیدا کروگے اور استعداد میں پختگی نہ حاصل کروگے۔ اس وقت تک تم کچھ بھی نہ ہوگے، اور دنیا میں بھی جا کر تم کچھ نہ کر سکوگے۔

آخر میں میں اس امر کو پھر صاف صاف بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ اپنے تعلیم شروع کرنے سے پہلے اپنے مقاصد اور اپنے مقام کو پہچانو، پڑھنا اور استعداد پیدا کرنا ہی صرف اپنا مقصود نصب العین بناؤ، اس کے علاوہ کسی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو، انشاء اللہ دنیا میں بھی کامیاب و بامراد ہوگے، کامیابی و شادمانی تمہارے قدم چومے گی، اور پھر اللہ رب العزت کے حضور میں حاضری کے وقت بھی سرخرو ہوگے، اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف:۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قاموس القرآن: تمام الفاظ قرآنی کے معانی اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح، اہم الفاظ پر مستند مفسرین و محدثین کے افادات کی روشنی میں جامع و مدلل نوٹ، معارف قرآن کی مستند انسائیکلو پیڈیا،

صفحات ۸۰۰ مجلد -/۳۵

بیان اللسان: تیس ہزار قدیم و جدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری، ہر لفظ کی مکمل تشریح حروف کی ترتیب انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ، آفسیٹ کی اعلیٰ طباعت

صفحات ۹۴۴ مجلد -/۵۰

سیرت طیبہ: سیرت نبوی پر ایک جدید مستند کتاب، زبان سہل، انداز بیان دل نشیں، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے۔ مجلد -/۲۰

شہید کربلا: خلافت راشدہ کے عہد زریں پر جامع تبصرہ۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی۔ یزید کی ولی عہدی کی شرعی حیثیت، شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث و تاریخ کی روشنی میں۔ مجلد -/۱۵

کلام عربی: آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب۔ -/۵

محصول بذمہ خریدار، پتہ انگریزی میں بھی لکھیں۔

MAKTBA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ (یوپی)